ختمِ نبوّت اور
سارقِ ختمِ نبوّت

مدنی گرافکس (رجسٹرڈ)

ختمِ نبوّت اور سارقِ ختمِ نبوّت

تحریر:

راجا رشید محمود

ناشر:

مدنی گرافکس (رجسٹرڈ)

کتاب : ختمِ نبوت اور سارقِ ختمِ نبوت

تصنیف : راجا رشید محمود

کمپوزنگ/ڈیزائننگ : مدنی گرافکس نیو انارکلی لاہور فون: 042-7230001

پروف خوانی : ڈاکٹر شہناز کوثر، اظہر محمود

اشاعت : اول ۲۰۰۶

طباعت : مدنی گرافکس (پرنٹرز اینڈ پبلشرز)
نیو انارکلی لاہور فون: 042-7230001

تعداد : ۵۰۰

ہدیہ : ۱۵۰ روپے

ناشر:

راجا اختر محمود

مدنی گرافکس (رجسٹرڈ)

عقب مزار قطب الدین ایبک، نیو انارکلی لاہور فون: 042-7230001

عظیم محقق

پروفیسر محمد سلاح الدین الیاس برنی رحمۃ اللہ علیہ

(مصنف "قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ") کی علمی وجاہت اور راست فہمی

کے نام

ہم نے دینا چاہا جب ختمِ نبوّت کا ثبوت

آیہ "اتممت علیکم نعمتی" کام آ گئی

راجا رشید محمود

جعلی نبوّت کا اور چھور

مضامین و مقالات صفحہ ۷ تا ۹۲

1- ختمِ نبوت اور سارقِ ختمِ نبوت صفحہ ۷ تا ۲۲

2- ہندی نژاد کاذب "نبی" کے احوال

[خاتم النبیین کے نئے معنی۔ نبوت کا دعویٰ۔ محقّق نبی۔ بُروزی نبی۔ نئی شریعت نہیں لائے۔ حقیقی نبی۔ اِسْمُہٗ اَحْمَدُ کا مصداق کون۔ "احمدی" نام کی وجہ۔ رسول ہی رسول۔ الہامات۔ مسیح موعود۔ مرزا صاحب کیا کیا نہیں۔ مہدیٔ معہود۔ امام حسین علیہ السلام سے افضل] صفحہ ۲۲ تا ۳۸

حواشی صفحہ ۳۸ تا ۴۲

3- مرزا قادیانی کیا کیا تھے؟

[فنا فی الرسول۔ حضور ﷺ کا محبوب ترین فرزند جلیل۔ غیر تشریعی امّتی نبی۔ بروزی نبی۔ ظلّی نبی۔ حضور ﷺ کے نور کو ظاہر کرنے والا۔ برگزیدہ رسول۔ نبی کا قائم مقام۔ عین محمد (ﷺ)۔ آدم کے رنگ پر پیدائش۔ آدم خود۔ نوح بھی یحییٰ۔ ابراہیم بھی۔ یُوسُف بھی۔ سلیمان بھی۔ احمد مسیح۔ مسیح موعود۔ مسیحائے زماں۔ مثیلِ مسیح۔ مسیح سے بڑھ کر (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کُھلی کُھلی توہین)۔ مریم بھی عیسیٰ بھی۔ مامور اور مبشّر۔ سچا مامور من اللہ۔ انبیاء سابقہ کا عین۔ مہدیٔ موعود۔ مہدیٔ مسعود۔ احمد مسیح مہدی۔ حضور ﷺ کا بروز مہدیٔ موعود۔ مجدّدِ وقت۔ مجددؒ صدی بھی مجدد الف آخر بھی امام آخر الزماں بھی۔ محدّث۔ کرشن۔ چودھویں کا چاند] صفحہ ۴۴ تا ۵۵

حواشی صفحہ ۵۵ تا ۵۸

4- ''الہامات مرزا'' کی ایک خصوصیت صفحہ ۵۹ تا ۶۹

5- انگریز کا پشتینی وفادار

[والد: مرزا غلام مرتضیٰ۔ بھائی مرزا غلام قادر۔ بیٹا مرزا سلطان احمد۔ پوتا: مرزا عزیز احمد۔ خود: مرزا غلام احمد۔ رگ و ریشہ میں شکر گزاری۔ ''کشتی نوح'' کے چپوار کا پہلا ہرا۔ مرزا صاحب کی ''وحی'' کی حقیقت۔ مرزا صاحب کا ''اسلام''۔ ''سلطنت انگریزی تمام عیوب سے پاک ہے''۔ ''دنیا کی واحد امن بخش حکومت''۔ احادیث میں انگریزی سلطنت کی تعریف۔ ''دانا' دور اندیش اور مدبّر گورنمنٹ''۔ ''انگریز حکومت کی اطاعت واجب ہے''۔ ''مکہ مدینہ یا قسطنطنیہ والے درندوں کے بطور ہیں''] صفحہ ۷۰ تا ۷۸

حواشی صفحہ ۷۸' ۷۹

6- موروثی اَمراض کا شکار

(روح فرسا مرض۔ جاں لیوا مرض) صفحہ ۸۰ تا ۸۴

حواشی صفحہ ۸۴

7- قادیانیت اور ابوالکلام آزاد صفحہ ۸۵ تا ۹۲

منظوم خیالات صفحہ ۹۳ تا ۱۰۳

(الف) قطعات صفحہ ۹۳ تا ۹۴

(ب) مُبلّغ ہوں میں خالق کی قسمِ ختمِ نبوت کا صفحہ ۹۵' ۹۶

(ج) ''عقیدہ اس لیے رکھتے ہیں ہم ختمِ نبوت کا'' صفحہ ۹۷' ۹۸

(د) مجموعہ ہائے نعت سے چنیدہ خزف ریزے صفحہ ۹۹ تا ۱۰۳

ختمِ رسالت (۱۹۳۷ کی تحریری تقریر) از علاّمہ محمد اقبالؒ صفحہ ۱۰۴ تا ۱۰۶

☆☆☆☆☆

ختمِ نُبُوَّت اور سارقِ ختمِ نُبُوَّت

ہر نبی مخلوقِ خدا کے لیے خداتعالیٰ کی طرف سے ہدایت' شریعت یا کتاب لاتا ہے۔ بنی نوعِ انسان کی نجات کے لیے اللہ کریم جلّ وعلا کے پروگرام سے نبی براہِ راست واقف اور مُطّلع ہوتا ہے اور اس پروگرام کو وحیِ الٰہی کی رہنمائی میں وہ لوگوں تک پہنچاتا ہے اور خود اس پروگرام پر عمل کر کے عامۃُ النّاس کو دکھاتا بھی ہے تاکہ انھیں بھی نیکی کے اس راستے پر چلنے کی ترغیب ہو۔

اصل چیز انسانیت کی ہدایت ہے جسے نازل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء وُرسُل (علیہم السلام) کو بھیجنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ ایک نبی بھیجا جاتا۔ وہ بعض اُمور کے لیے ہدایت جاری کرتا اور کچھ پہلو رہ جاتے۔ پھر دوسرا نبی آتا اور بعض اُحکام جاری کرتا' لیکن پھر کچھ امور رہ جاتے۔ سارے عالمِ انسانیت کے لیے ہر لحاظ سے مکمّل ہدایت پہلے کبھی نازل نہ کی گئی تھی۔ نہ پہلے انبیاء (علیہم السلام) کی عملی رہنمائی زندگی کے تمام شعبوں کو محیط تھی۔ مثلاً حضرت سلیمان علیہ السلام نے شاہی میں زندگی گزاری تھی اور فقر واستغنا کے لیے ان کی حیاتِ مبارک میں کوئی نمونہ نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تجرُّد کی زندگی گزاری۔ ان کی پاک زندگی میں ازدواجی رہنمائی نہیں ملتی۔ چنانچہ پہلی ساری شریعتیں جُزوی تھیں۔ پہلے تمام انبیاء (علیہم السلام) کی زندگیاں ہر لحاظ سے پوری انسانیت کے لیے مکمّل نمونہ بھی نہ تھیں۔ پہلے کسی نبی کے ہاں پورے کا پورا ضابطۂ اَخلاق بھی نہیں ملتا۔

جب تک کوئی چیز اپنے کمال کو نہیں پہنچتی' اس میں ارتقائی تغیُّرات آتے رہتے ہیں اور جب وہ مرتبۂ کمال کو پہنچ جاتی ہے' اس میں ارتقا کا کوئی سوال نہیں ہوتا' اس میں تغیُّر نہیں آتا' وہ آخر تک اسی مرتبۂ کمال پر رہتی ہے۔ اس میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا' اسے آگے بڑھانے کی حاجت نہیں ہوتی۔ شریعت اور اَحکامِ ربانی کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہُوا اور

ارتقائی منازل طے کرتا ہوا حضور فخرِ موجودات باعثِ ظہورِ کائنات علیہ السّلام والصّلوٰۃ تک پہنچا تو اپنے مُنتہائے کمال تک پہنچ گیا۔ اسی لیے خدا تعالیٰ نے فرمایا: ''اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ'' (سورۃ المائدہ) یعنی آج میں نے تمھارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کی تکمیل کر دی۔ سورۃ الاحزاب میں ہے: ''لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ'' کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیّبہ تمھارے (مومنوں) کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ'' میں اس لیے آیا ہے کہ نظامِ اخلاق کو مکمل کردوں۔

اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دین مکمل کر دیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کو نمونۂ کامل قرار دیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ادھورے اخلاق کو پورا فرمانے کے لیے اپنی تشریف آوری کا اعلان فرمایا تو پھر سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نبی کے آنے کی کیا حاجت رہ جاتی ہے۔ جب دین نے اپنے مرتبۂ کمال کو جالیا، جب نبی الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کی حیاتِ مطہّرہ ہر بندے کے لیے کامل نمونہ قرار دے دی گئی۔ یعنی اُس میں زندگی کے ہر پہلو کے لیے رہنمائی موجود ہونے کا اعلان فرما دیا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نظامِ اخلاق کی تکمیل بھی فرما دی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجنے کی بات بھی واضح ہوگئی۔ ''وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ'' تو پھر ان کے بعد کسی نبی کی کیا ضرورت باقی رہی۔

اللہ تعالیٰ کا نظامِ رحمت ہے جو ہمیں بچائے ہوئے ہے۔ سُورج کی حدّت کے اور ہمارے درمیان نظامِ رحمت حائل ہے کہ ہم جل بھُن نہیں جاتے۔ طوفانوں کے راستے میں یہی نظامِ رحمت رکاوٹ ہے کہ ہم محفوظ ہیں۔ یہی نظامِ رحمت کائنات کو ایک خاص پروگرام کے تحت چلا رہا ہے۔ اسی نظامِ رحمت کی برکت ہے کہ پورا نظامِ شمسی دھڑام سے گر نہیں پڑتا، ایک سیّارہ دوسرے سیّاروں سے نہیں ٹکرا جاتا۔ چاند خود سے روشن نہیں ہے لیکن اسی نظامِ رحمت کی بدولت سورج سے روشنی لے کر اس کے انعکاس کو چاندنی کے روپ میں ہم پر نچھاور کرتا ہے اور ہم اس سے مستفید ہوتے ہیں۔ یہی نظامِ رحمت ہمارے اندر موجود خلیوں کو پیدا کرتا ہے، ختم کرتا ہے انھیں ترتیب اور تنظیم بخشتا ہے۔ یہ نظامِ رحمت نہ ہوتا تو ایک خلیہ کروڑوں خلیوں کو جنم

نہ دے سکتا اور ایک خلیے سے جسمِ انسانی کے ہر حصّے کے خلیے الگ الگ ایک نظام کے تحت جنم لیتے، ختم ہوتے اور انسانی جسم کو چلاتے نہ رہتے۔ یہی نظامِ رحمت قرآن کی زبان میں ''رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ'' کہلاتا ہے۔ پہلے انبیاء (علیہم السلام) تو اپنے اپنے علاقے، اپنے اپنے قبیلے کے لیے رہنمائی کی ذمّہ داری سنبھالتے رہے۔ اب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام دنیاؤں کے لیے رحمت بن کر آئے، کوئی سیّارہ، کوئی مقام، کوئی مخلوق ان کے دائرۂ رحمت سے باہر نہیں۔ انھوں نے نظامِ اخلاق کی بھی تکمیل فرما دی، ان پر دین بھی مکمل ہو گیا، ان کی سیرتِ مطہّرہ نمونۂ کامل بھی قرار دی گئی۔ پھر اُن کے بعد کیا اضافہ ممکن ہے، کیا ترقی رہ گئی کہ تکمیل کی حاجت ہے، چنانچہ نُبوّت کا سلسلہ بھی ہمیشہ کے لیے بند کر دیا گیا۔

سورۃ الاحزاب میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا'' (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم میں سے کسی مَرد کے باپ نہیں لیکن آپ اللہ کے رسول اور تمام نبیوں میں آخری ہیں اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے)۔ سُنن ابوداؤد اور ترمذی شریف میں ایک حدیث پاک ہے: سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک بہت سے دجّال اور کذّاب نہ اُٹھ جائیں جن میں سے ہر ایک یہ کہتا ہوگا کہ وہ نبی ہے۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں''۔ بُخاری شریف اور ترمذی شریف کی ایک حدیث پاک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مَروی ہے کہ جب لوگ قیامت کے دن تمام انبیاءؑ کے پاس سے ٹھوکریں کھاتے پریشان حال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں گے تو یہ کہیں گے کہ ''اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَخَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ'' (آپ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم الانبیاء ہیں)۔ صحیح مُسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ایک حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیگر انبیاءِ کرام پر اپنی چھے فضیلتوں کا ذکر فرمایا جن میں سے ایک یہ ہے کہ مجھ سے انبیاء کو ختم کیا گیا۔ دارمی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے۔ حضور سیّدِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''میں قائدِ مُرسلین ہوں اور فخر نہیں، میں خاتم النبیین ہوں اور فخر نہیں''۔ صحیحین میں ہے: ''میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے گھر بنایا ہوا سے آراستہ پیراستہ کیا ہو مگر

ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی ہو لوگ آ کر اس گھر کا پھیرا لگاتے ہوں ان کو یہ عمارت بہت پسند آتی ہو مگر کہتے ہوں کہ یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ رکھ دی گئی (کہ عمارت مکمل ہو جاتی)۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں وہی اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں''۔

بخاری شریف اور مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور ترمذی شریف میں حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کئی حدیثیں مروی ہیں جن میں سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ ابن ماجہ میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں سب نبیوں سے آخر میں آنے والا ہوں اور تم سب امتوں سے آخر میں آنے والے ہو۔

غرض قرآن و حدیث میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری نبی ہونے کے واضح علامات ملتے ہیں۔ لیکن جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے دجّال اور کذّاب لوگوں کی خبر بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا دی کہ وہ بعد میں بھی نبوت کا دعوی کریں گے جو جھوٹا ہوگا۔

آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بہت سے جھوٹوں نے نبی ہونے کا ادّعا کیا جن میں مُسیلمہ کذّاب بہت مشہور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ میں اس نے یہ حرکت کرنے کی جسارت کر لی تھی۔

آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کو اس فتنے کے سدِّ باب کا اعزاز حاصل ہوا۔ اسود عنسی قبیلہ بنو اسلم سے تھا۔ اس نے ۵ صفر ۱۱ ہجری کو نبوت کا دعوی کیا۔ سجاح قبیلہ بنو تغلب کے سردار کی زن تھی اور شہر موصل کی رہنے والی تھی۔ اس نے ۲۱ ربیع الثانی ۱۱ ہجری کو نبوت کا دعوی کیا۔ حکم بن ہشام (المقنع) نے ۱۱ اپریل ۷۵۹ء کو یہ جھوٹ بولا۔ قرامط ۸۵۹ء کو کوفے میں پیدا ہوا۔ اسے ۳ اپریل ۸۹۱ھ کو اس جھوٹ کی جسارت ہوئی۔ مرزا علی محمد باب ۱۸۱۹ء میں شیراز میں پیدا ہوا اس نے بھی نبوت کا دعوی کیا۔ بہاء اللہ ایرانی اور غلام احمد قادیانی نے بھی یہی حرکت کی علّامہ اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے متعلق کہا:

آں ز ایراں بود و ایں ہندی نژاد
آں ز حج بیگانہ و ایں از جہاد
سینہ ہا از گرمیِ قرآں تہی!

از چنیں مرداں چہ امّید بہی

(وہ ایران سے تھا اور یہ ہندی نسل سے ہے، وہ حج سے بیگانہ تھا، یہ جہاد سے بیگانہ ہے۔ ان کے سینے قرآن کی گرمی سے خالی ہیں ایسوں سے بھلائی کی کیا امید ہو سکتی ہے)۔

مرزا غلام احمد قادیانی چونکہ ہندی النسل ہیں اس لیے برّصغیر میں ان کے ماننے والے موجود ہیں۔ مرزا غلام احمد برلاس قوم سے ہونے کے مدّعی تھے۔ ان کے سوانح نگار عبد القادر (سابق سوداگر مل) کے بقول کوئی مستند دستاویز ایسی نہیں جس کی بنا پر صحیح تاریخ ولادت بتائی جا سکے۔ البتہ مرزا بشیر احمد نے بعض تحریروں سے اندازہ لگایا کہ غلام احمد ۱۳ فروری ۱۸۳۵ء مطابق ۱۴ شوال ۱۲۵۰ھ کو پیدا ہوئے۔ (حیات طیبہ از عبد القادر ص ۱۲) مسلمان پہلے ہی دن سے قادیانیوں کو کافر سمجھتے تھے مگر برطانوی حکومت اور اس کے زیر اثر لوگ ان کی حمایت پر کمر بستہ رہے۔ آخر مسلمانوں کی بھرپور جدّوجہد سے مجبور ہو کر پاکستان قومی اسمبلی نے ۱۹۷۴ء میں قادیانی اور لاہوری جماعت کے افراد کو غیر مُسلم اور کافر اقلیّت قرار دیا اور اس اعلان پر عمل درآمد کے لیے حکومت کے سربراہ نے متعلقہ آرڈیننس جاری کر دیا۔

قرآن و احادیث میں واضح طور پر حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''خاتم النبیین'' کہا گیا ہے جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ بعثت انبیاء کا سلسلہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم ہو چکا۔ لیکن مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی جعلی نبوت کے اثبات میں قرآنی نص میں تحریف معنوی کی اور ''خاتم النبیین'' کی نئی تعبیر کی۔ لکھا: ''وہ خاتم الانبیاء ہے مگر ان معنوں سے نہیں کہ آئندہ اس سے کوئی روحانی فیض نہیں ملے گا بلکہ ان معنوں سے کہ وہ صاحب خاتم ہے۔ بجز اس کی مُہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا اور اس کی اُمّت کے لیے قیامت تک مکالمہ اور مخاطبۂ الٰہیہ کا دروازہ کبھی بند نہ ہوگا''۔ (حقیقۃ الوحی۔ از مرزا غلام احمد قادیانی ص ۲۷)

مرزا صاحب کے ملفوظات میں بھی ہے: ''خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپ کی مُہر کے بغیر کسی نبوت کی تصدیق نہیں ہو سکتی، جب مُہر لگ جاتی ہے تو وہ کاغذ سند ہو جاتا ہے اور مصدقہ سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مُہر اور تصدیق جس نبوت پر نہ ہو وہ صحیح نہیں ہے''۔ (ملفوظات مرزا غلام احمد قادیانی، جلد پنجم ص ۲۹۰) قادیانیوں پر اہل اسلام کی طرف سے جو اعتراض کیے جاتے ہیں انھوں نے خاتم النبیین کے معنی کے متعلق ان میں سے ایک اعتراض کا جواب یوں دیا: ''انھوں نے خاتم النبیین کے معنی کیے ہیں: ''نبیوں کی مُہر'' جس طرح مُہر کاغذ پر

اپنے نقوش ثبت کرتی ہے، اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقوشِ قدم پر چلنے سے حسب استعداد انسان میں آپ کے فیضانِ نبوت کے نقوش ثبت ہو جاتے ہیں، گویا دوسرے انبیاء کی نسبت اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم النبیین کا منصب دے کر یہ خاصیت بخشی ہے کہ آپ کی روحانی توجہ نبی تراش ہے اور آپ کا کامل متبع نبوت کے مقام پر بھی فائز ہو سکتا ہے''۔ (جماعت احمدیہ سے متعلق بعض سوالات کے جوابات، مرتبہ محمد اسد اللہ قریشی، ص ۹)

سیدھی سی بات ہے کہ جس چیز کو بند کرنے کے بعد اس پر مُہر یا سیل لگا دیتے ہیں اس کو عربی میں ''ختم'' کہا جاتا ہے۔ جیسے سورہ بقرہ میں ہے: ''خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ'' ''ان کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے''۔ یعنی اب ان کے دلوں میں ہدایت نہیں آ سکتی۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا واضح مطلب اس کے علاوہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اب کوئی اور نبی نہیں آئے گا اور جب احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں واضح طور پر یہی معنی موجود ہیں تو یہ بات قابلِ بحث ہی نہیں رہتی۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ نبی بننے کے شوق میں مرزا غلام احمد قادیانی اتنی سی بات کو بھی لوگوں کی نظروں سے چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ نبی بنانا اللہ کا کام ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نہیں۔ سورۃ الانعام میں ارشادِ خداوندی ہے: ''اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ'' کہ اللہ خوب جانتا ہے، وہ کسے رسول بنائے گا۔

گروہِ انبیاءؑ میں سے کوئی نبی قسط وار نبی نہیں بنا۔ نبی وہ ازل ہی سے ہوتا ہے جب خدا تعالیٰ کی طرف سے اذن ہوتا ہے، وہ اپنی نبوت کا اعلان فرما دیتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پنگھوڑے سے اپنی والدہ کی بریت اور اپنی نبوت کا اعلان فرمایا۔ یا حضور حبیب کبریا علیہ الصلوٰۃ والثناء نے اذن پاتے ہی لوگوں پر یہ حقیقت واشگاف کر دی۔ حالانکہ آپ اُس وقت بھی نبی تھے جب حضرت آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کے درمیان تھے۔ لیکن مرزا غلام احمد قادیانی نے پہلے اپنے آپ پر الہام ہونے کا دعویٰ کیا۔ پھر مجدد بنے، پھر بیعت لینا شروع کی۔ پھر مسیح موعود اور مہدی ہونے کا دعویٰ کیا اور آخر میں ان پر انکشاف ہوا کہ وہ ''نبی'' ہیں۔ ''تاریخ احمدیت'' میں ہے۔ ۱۹۰۰ء کے آخر اور ۱۹۰۱ء کے اوائل میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یہ انکشاف ہوا کہ مقامِ نبوت صرف کثرتِ مکالمہ ومخاطبہ سے مشرف ہونے کا نام ہے اور نئی شریعت کا لانا، پہلی شریعت کا ترمیم کرنا یا براہِ راست منصب نبوت و

رسالت کا حصول، نبی کی تعریف میں داخل نہیں ہے''۔ (تاریخ احمدیت، جلد سوم، مرتبہ دوست محمد شاہد، ص ۱۹۸) تعریفِ نبوت کی تبدیلی کا سب سے پہلا تحریری اعلان ۵ نومبر ۱۹۰۱ء کو اشتہار ''ایک غلطی کا ازالہ'' (مشمولہ الحکم قادیان، ۱۰ نومبر ۱۹۰۱ء، ص ۵ تا ۷) کے ذریعے کیا گیا۔ دوست محمد شاہد نے اس کا ذکر کر کے حاشیے میں یہ وضاحت بھی کی ہے کہ پہلے ۱۹۰۰ء میں مولوی عبدالکریم اپنے خطباتِ جمعہ میں اس خیال کا اظہار کرتے رہے۔ ۱۷ اگست ۱۹۰۰ء کے خطبے میں مولوی صاحب نے مرزا صاحب کو مُرسل ثابت کیا اور ''لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْہُمْ'' والی آیت ان پر چسپاں کی، جسے مرزا صاحب نے پسند کیا۔ (تاریخ احمدیت، جلد سوم، ص ۱۹۲) یعنی ان کے نبی ہونے کا انھیں خود ابھی احساس نہیں ہوا تھا کہ مولوی عبدالکریم نے ان کی نبوت کو ثابت کرنا شروع کیا اور انھوں نے اس کو پسند فرما کر اپنی نبوت کا اعلان فرما دیا۔ چنانچہ مرزا بشیر الدین محمود احمد (مرزا صاحب کے بیٹے اور دوسرے خلیفہ) لکھتے ہیں: ''پس یہ ثابت ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کے وہ حوالے جن میں آپ نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے، اب منسوخ ہیں اور اُن سے حُجت پکڑنی غلط ہے''۔ (حقیقۃ النبوۃ از میاں بشیر الدین محمود احمد، ص ۱۲۱) یعنی مرزا صاحب ایسے ''نبی'' ہیں جنھیں پہلے خود بھی پتا نہیں تھا کہ وہ کیا ہیں۔ وہ قسط وار ترقی کرتے رہے اور آخرکار مولوی عبدالکریم نے اپنے ''خطباتِ جمعہ'' کے ذریعے انھیں یقین دلایا کہ وہ نبی ہیں، چنانچہ وہ نبی بن بیٹھے۔

نبی کے لغوی معنی ہی غیب کی خبریں دینے والا کے ہیں۔ تمام انبیاء کرام (علیہم السلام) غیب کی خبریں دیتے رہے۔ حضور فخرِ موجودات علیہ التحیۃ والصلوٰۃ بھی خدا تعالیٰ کی عطائے خاص سے معاملاتِ غیب پر مُطّلع کیے گئے تھے اور عالمِ ماکانَ وما یکُون تھے۔ سب کچھ ان کے سامنے آئینہ تھا اور کتبِ احادیث میں ایسے واقعات بکھرے ہوئے ہیں کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو غیب کی خبریں دیں۔ جب ایران کی عظمت کا ڈنکا بج رہا تھا اور سلطنت روم کمزور نہ تھی، قرآنِ کریم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ خبر دلوائی کہ اگرچہ رومی مغلوب ہو گئے، لیکن اس شکست کے بعد عنقریب چند سال میں وہ غالب آ جائیں گے۔ (سورہ روم) اور دنیا جانتی ہے کہ ۶۲۳ء میں اہلِ رُوم پارسیوں پر غالب آ گئے۔ ۲ ہجری میں مسلمان پریشان حال تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اگر اللہ نے چاہا تو ضرور تم لوگ بے خوف وخطر مسجدِ حرام میں داخل ہو گے''۔ (سورہ فتح) اور ۸ ہجری میں مسلمان مکہ معظمہ

میں فاتحانہ حیثیت سے داخل ہو گئے۔ ۱۲ رمضان المبارک ۲ ہجری کو حضور نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگِ بدر کے موقع پر فرمایا: میرا رب ارشاد فرماتا ہے کہ "اِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ" "اگر اہلِ مکّہ تم سے لڑیں گے تو پیٹھ پھیریں گے۔ (سورۂ آلِ عمران) تاریخ شاہد ہے کہ جنگِ بدر میں مسلمانوں کو عظیم الشان کامیابی نصیب ہوئی۔

مختلف احادیث مبارکہ میں بے شمار ایسے واقعات ہیں، جن کے وقوع سے پہلے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دے دی تھی اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دی ہوئی خبر کے عین مطابق وقوع پذیر ہوئے۔ مثلاً حزیم بن اوس سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حیرہ کے فتح ہونے کی خبر دی اور حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حیرہ فتح ہوا۔ حضرت ابوذر، حضرت کعب بن مالک، حضرت اُمّ ِسلمہ، حضرت ابوہُریرہ اور حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہم) کی روایتیں ملتی ہیں کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مصر کے فتح ہونے اور وہاں پیش آنے والے واقعات کی خبر دی۔ حضرت ابو ہریرہ، حضرت جابر بن سمُرہ اور حضرت حسن (رضی اللہ عنہم) کی روایتیں کُتُبِ احادیث میں موجود ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسریٰ اور قیصر کے ہلاک ہونے کی خبر دی، یہ بھی فرمایا کہ اُن کے خزانے مالِ غنیمت بن جائیں گے اور اُن کے بعد کسریٰ اور قیصر نہیں ہوں گے۔ بہت سی احادیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت ثابت بن قیس بن شمّاس رضی اللہ عنہ، حضرت رافع بن خُدیج، اُمِ ورقہ، عمّار بن یاسر، نعمان بن بشیر اور حضرت امام حسین (رضی اللہ عنہم) کی شہادت کی خبر دے دی تھی اور اس سلسلے میں واقع ہونے والے بہت سے واقعات بتا دیے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن یعنی بن ابی لیلیٰ سے کئی حدیثیں مروی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اُویس قرنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں معلومات مہیا فرما دی تھیں، جو بعد میں اسی طرح سامنے آئیں۔ بخاری شریف میں حضرت ابوبکرہؓ سے روایت ہے کہ حضور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سیّد ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرا دے گا۔

حضور حبیبِ کبریا علیہ التحیۃ والثناء نے ہزارہا معاملات میں پہلے سے خبر دی، جو من وعن دُرست ثابت ہوئی۔ اس سلسلے میں بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ جن میں سے ایک خصائص

الکبریٰ فی معجزات خیر الوریٰؐ علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہے جس میں ہزارہا ایسے واقعات جمع کر دیے گئے ہیں۔ نمونے کے طور پر چند واقعات کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شام میں پھیلنے والے طاعون کی خبر دی، حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے طویل عمر پانے اور نابینا ہونے کی خبر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی کہ چوتھی صدی میں لوگ بدل جائیں گے۔ آپ نے خوارج کی خبر دی، بغداد کی تعمیر کی خبر دی، غرض مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف معاملات میں جو جو کچھ اپنے نام لیوا رفقا کے سامنے فرما دیا اور وہ درست ثابت ہوا۔

لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جن کذّابوں نے نبُوّت کا دعویٰ کیا انھوں نے بھی اپنے آپ کو نبی ثابت کرنے کی کوشش میں بہت سی پیشگوئیاں کیں۔ دیکھنا چاہیے کہ ان پیشگوئیاں کا کیا حال ہوا۔ مُسیلمہ کذّاب نے ۷ ربیع الاوّل ۱۰ ہجری کو پیشگوئی کی کہ "محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مہینے کے بعد فوت ہو جائیں گے اور اسلام کا آفتاب غروب ہو جائے گا اور بے شک یہ کلام آسمانِ فضل سے نازل ہوا ہے"۔ (میزان الادیان جلد اول ص ۹۶) دنیا جانتی ہے کہ حضور محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والثناء ۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ ہجری تک اس دنیا میں رونق افروز رہے اور مُسیلمہ کذّاب ٹھہرا۔

اسود عنسی نے ۲۷ جمادی الثانی ۱۱ ہجری کو یہ کہا کہ "اسلام تین سال کے بعد مٹ جائے گا اور میں یہ پیشگوئی خالقِ ارض وسما کے حکم سے کر رہا ہوں"۔ (میزان الادیان جلد اول ص ۹۶) اسے معلوم نہیں کہ اسلام آج تک موجود ہے اور دنیا بھر میں اس کے ماننے والوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ سجاح نے ۵ ذی قعدہ ۱۱ ہجری کو یہ پیشگوئی کی کہ حکومتِ روم دو سال کے بعد عرب پر غالب آ جائے گی اور یہ خبر نسیمِ آسمانی نے پہنچائی ہے۔ (تاریخ ابوالفدا جلد چہارم ص ۲۱) اس خبر کا حشر بھی دنیا جانتی ہے۔

المقنع نے ۶ اکتوبر ۷۵۹ء کو پیشگوئی کی کہ ابو مُسلم خراسانی دو سال کے بعد یقیناً ہلاک ہو جائے گا۔ (تاریخ امم ص ۳۴۴) تاریخی شواہد سامنے ہیں کہ ابو مسلم خراسانی ۲ نومبر ۷۸۶ء تک زندہ رہا۔ قرمط نے ۲۳ مارچ ۹۲۸ء کو خبر دی کہ "دو مہینے کے بعد آفتاب مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع ہوگا اور بے شک یہ ایک عجیب بات ہے"۔ (میزان الادیان جلد اول ص ۲۱۸) ظاہر ہے کہ یہ خبر جھوٹ نکلی۔ مرزا علی محمد باب نے ۱۵ اپریل ۸۴۸ء کو شاہِ ایران سے دو سال بعد

ہلاک ہونے کی پیشگوئی کی لیکن وہ ۸۵۶ءتک زندہ رہا۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے ۱۹۰۴ میں پیشگوئی کی کہ ''مولوی ثناء اللہ امرتسری ایک مہینے کے بعد ضرور مر جائے گا اور یہ مجھے وحی کے ذریعے سے معلوم ہوا ہے''۔ (مجموعہ اشتہارات' جلد اول' مرزا غلام احمد قادیانی' ص ۱۹۸) مرزا صاحب تو یہ پیشگوئی کر کے ۱۹۰۸ء میں مر گئے لیکن ثناء اللہ امرتسری قیام پاکستان کے بعد ۱۹۴۸ء میں فوت ہوئے۔ مرزا صاحب نے ۱۸۹۱ء میں کہا کہ عرشِ اعظم پر محمدی بیگم کے ساتھ میرا نکاح ہو چکا ہے اور میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ وہ اس دنیا میں ضرور میرے نکاح میں آئے گی۔ لیکن ہُوا کہ وہ آخر دم تک محمدی بیگم کی زیارت سے محروم ہی رہے۔ اسی طرح انھوں نے عیسائی پادری آتھم کی موت کے بارے میں کہا کہ وہ ۵ دسمبر ۱۸۹۴ء تک مر جائے گا لیکن وہ زندہ رہا اور عیسائیوں نے اس کا بڑی شان و شوکت سے جلوس نکالا۔ مرزا صاحب نے زندگی میں بہت پیشگوئیاں کیں اور ان کا انجام یہی ہوا۔ لیکن انھوں نے اپنے بارے میں جو پیشگوئی فرمائی تھی' اس کا حال دیکھیے' کہا: ''بشارت ہوئی کہ عمر اسّی سال ہوگی یا اس سے زیادہ''۔ (مواہب الرحمٰن' از مرزا غلام احمد قادیانی' ص ۲۱) لیکن ہُوا یہ کہ اڑسٹھ یا تہتّر سال کی عمر میں مَر گئے۔ ۱۹۰۷ء میں انھوں نے اِس الہام کا دعویٰ کیا کہ ''فرمایا کہ میں تیری عمر کو بڑھاؤں گا۔ یعنی دشمن جو کہتا ہے کہ صرف جولائی ۱۹۰۷ء میں چودہ مہینے تک تیری عمر کے دن رہ گئے ہیں یا ایسا ہی دوسرے دشمن پیشگوئی کرتے ہیں' ان سب کو جھوٹا کروں گا اور تیری عمر کو بڑھاؤں گا' تا معلوم ہو کہ میں خدا ہوں اور ہر ایک میرے اختیار میں ہے۔ (تبلیغ رسالت' جلد دہم' ص ۱۳۲) لیکن عمر نہ بڑھی اور اللہ نے ''مخالفین'' ہی کی بات سچ کر دکھائی۔ مرزا صاحب مئی ۱۹۰۸ء سے آگے نہ بڑھے۔ اس کے باوجود مرزا صاحب کا دعویٰ ملاحظہ ہو: ''میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جس کثرتِ تعداد اور صفائی سے غیب کا علم حضرت جلّ شانہٗ نے اپنے ارادۂ خاص سے مجھے عنایت فرمایا' اگر دنیا میں اس کثرتِ تعداد اور انکشافاتِ تام کے لحاظ سے کوئی اور بھی میرے ساتھ شریک ہے تو میں جھوٹا ہوں''۔ (تریاق القلوب' مرزا غلام احمد قادیانی' ص ۱۴۷)

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے لیے ''غیر مستقل نبوت'' گھڑ لی ہے' حالانکہ قرآن و احادیث کی رُو سے جو شخص وحی کا دعویٰ کرتا ہے' وہ نبوتِ مستقلہ کا دعویٰ کرتا ہے' کیونکہ غیر مستقل نبوت کا کوئی تصوّر نہیں ہے۔ لیکن مرزا صاحب نے اپنے لیے کبھی ظلّی' کبھی بُروزی نبی کی اصطلاح گھڑی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ کوئی نئی شریعت نہیں لائے' حضور سرکارِ دو عالم صلی

اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اُمتّی ہیں' اس لیے ظلّی نبی ہیں: ''(حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد) صرف اُس نبوت کا دروازہ بند ہے جو احکامِ شریعتِ جدیدہ ساتھ رکھتی ہو یا ایسا دعویٰ ہو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اِتّباع سے الگ ہو کر کیا جائے۔ لیکن ایسا شخص جو ایک طرف خدا تعالیٰ کی وحی میں اُمتّی قرار پاتا ہے۔ پھر دوسری طرف اس کا نام نبی بھی رکھتا ہے' یہ دعویٰ قرآن شریف کے احکام کے مخالف نہیں ہے۔ کیونکہ یہ نبوت بہ باعث اُمتی ہونے کے' دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت کا ایک ظل ہے' کوئی مستقل نبوت نہیں''۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ' حصہ پنجم' مرزا غلام احمد قادیانی' طبع اول' ص ۱۸۱) اسی طرح ''ازالۂ اوہام'' میں لکھتے ہیں: ''ہمیں جو کچھ ملتا ہے' ظلّی اور طفیلی طور پر ملتا ہے''۔ (جلد اول' ص ۱۳۸) ''چشمۂ معرفت'' میں ہے: ''وہ نبوت جو اُس کی کامل پیروی سے ملتی ہے اور جو اُس کے چراغ سے نور لیتی ہے' وہ ختم نہیں''۔ (ص ۳۲۴)

قادیانیوں نے بھی مرزا صاحب کی نبوت کو ظلّی کہا ہے لیکن ان کا مرتبہ سب انبیاء سے بڑا بتایا ہے: ''حضرت مسیح موعود علیہ السلام (؟) نبی تھے۔ آپ کا درجہ مقام کے لحاظ سے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا شاگرد اور آپ کا ظل ہونے کا ہے۔ دیگر انبیاء علیہم السلام میں سے بہتوں سے آپ بڑے تھے' ممکن ہے' سب سے بڑے ہوں''۔ (الفضل قادیان' ۲۹ اپریل ۱۹۲۷ء)

کبھی مرزا صاحب اپنی نبوت کو بروزی قرار دیتے ہیں: ''اب بعد اس (خاتم الانبیاء) کے' کوئی نبی نہیں مگر وہی جس پر بروزی طور سے محمدیت کی چادر پہنائی گئی ہو' پس جو کامل طور پر مخدوم میں فنا ہو کر خدا سے نبی کا لقب پاتا ہے' وہ ختمِ نبوت کا خلل انداز نہیں''۔ (کشتی نوح' مرزا غلام احمد قادیانی' ص ۲۴) ''البدر'' کی ۴ ستمبر ۱۹۰۳ء کی اشاعت میں کسی نے مرزا صاحب سے پوچھا کہ بروز کسے کہتے ہیں؟ انھوں نے کہا: ''جیسے شیشہ میں انسان کی شکل آتی ہے' حالانکہ وہ شکل بذاتِ خود الگ قائم ہوتی ہے' اس کا نام بروز ہے''۔ (ملفوظات' جلد ششم' مرزا غلام احمد قادیانی' ص ۱۲۴)

مرزا صاحب نے اپنی بیویوں کو ''اُمّہات المومنین'' قرار دیا' اپنے گھر والوں کو ''اہلِ بیت'' کہا' جن لوگوں نے مرزا صاحب کی زیارت کی' انھیں ''صحابہ'' بنایا۔ اسی قسم کے ایک صحابی سیّد سرور شاہ قادیانی کہتے ہیں: ''بروز کے معنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام (؟) نے خود

لکھے ہیں کہ اصل اور بروز میں فرق نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غلامی کی نسبت بیان کرتے ہیں تو فرماتے ہیں: ''من یک قطرہ ز آب زُلالِ محمدؐم''، لیکن جب آپ بروزی رنگت میں جلوہ نما ہوتے تو فرماتے: ''من فرق بینی المصطفٰی فما عرفنی ومارٰی'' کہ جو مجھ میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ذرا بھی فرق کرتا ہے' اس نے نہ مجھے دیکھا اور نہ مجھے پہچانا۔ (اخبار الفضل قادیان' ۲۶ جنوری ۱۹۱۶ء)

مرزا غلام احمد قادیانی نے جس طرح بتدریج ترقی کی' اس کی طرف توجّہ دلائی جا چکی ہے' لیکن یہ سمجھنا کہ مرزا صاحب کی وفات کے بعد ''ارتقا'' کا یہ عمل جاری نہیں رہا' درست نہیں۔ مرزا صاحب تو ایک مولوی سے ترقی کی منازل طے کرتے ہوئے ظلّی' بروزی اور نئی شریعت کے بغیر نبی بنے۔ لیکن ان کے صاحبزادے نے ظلّی' بروزی والی بیخ بھی اڑا دی۔ انھوں نے والد صاحب کو ''حقیقی نبی'' قرار دیا: ''درحقیقت خدا کی طرف سے خدا تعالیٰ کی مقرر کردہ اصطلاح کے مطابق قرآنِ کریم کے بتائے ہوئے معنی کی رُو سے جو نبی ہو' اور نبی کہلانے کا مستحق ہو' تمام کمالاتِ نبوت اُس میں اس حد تک پائے جاتے ہوں' جس حد تک نبیوں میں پائے جانے ضروری ہیں تو میں کہوں گا کہ ان معنوں میں حضرت مسیح موعود حقیقی نبی تھے''۔ (القول الفصل' میاں بشیر الدین محمود احمد' ص ۱۲۰) خود مرزا صاحب نے لکھا: ''یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے' جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر و نہی بیان کیے اور اپنی امّت کے لیے ایک قانون مقرر کیا' وہی صاحبِ شریعت ہو گیا۔ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں' تو یہ باطل ہے''۔ (اربعین نمبر ۴' ص ۸۳/۴۵)

اب مرزا صاحب کی وحی یا کسی کے اُن پر کیے گئے ''الہامات'' کا ذکر بھی ہو جائے۔ خداوندِ قدوس نے تو فرمایا تھا: ''وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ'' (ہم نے ہر رسول پر صرف اس کی قوم کی زبان میں وحی نازل کی) لیکن مرزا صاحب پر تو کئی زبانوں میں ''وحی'' نازل ہوئی۔ اگرچہ انھوں نے خود کہا تھا: ''یہ بالکل لغو اور بیہودہ امر ہے کہ انسان کی اصل زبان تو کوئی اور ہو اور الہام اس کو کسی اور زبان میں ہو''۔ (چشمۂ معرفت' مرزا غلام احمد قادیانی' ص ۲۰۹) بیشتر ''الہامات'' اس قسم کے ہیں کہ قرآنی آیات میں کچھ تحریف کر کے مرزا صاحب والا الہام بن گیا۔ کچھ الہامات معنوی لحاظ سے عجیب و غریب ہیں۔ مثلاً ''انت منّی

بمنزلۃ ولدی'' (تو مجھ سے بیٹے کی بجا ہے)' اس سوال کے جواب میں کہ اس الہام کے معنی کیا ہیں؟ قادیانی حضرات کا موقف ہے کہ کسی کو ''بیٹے کی بجا'' کہنا پیار کے اظہار کے لیے ہوتا ہے' ورنہ خود مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ خدا بیٹوں سے پاک ہے۔ نہ اُس کا کوئی شریک ہے اور نہ بیٹا ہے لیکن یہ فقرہ اس جگہ قبیل مجاز اور استعارہ میں ہے۔ (جماعتِ احمدیہ سے متعلق بعض سوالات کے جوابات' ص ۳۹) بہر حال مرزا صاحب کے خدا نے تو انھیں بیٹے کی بجا کہہ ہی دیا نا!

قرآنِ پاک میں تحریف کرتے ہوئے مرزا صاحب کے ''خدا'' نے بعض جگہوں پر زبان غلط کر دی ہے۔ قرآن نے کہا تھا: ''یٰٓـاٰدَمُ اسْکُنْ'' مرزا صاحب کے ''الہام'' میں مخاطب عورت ہو گئی' لیکن فعل مذکّر ہی رہا ''یا مریم اسکن'' (حرفِ محرمانہ از ڈاکٹر غلام جیلانی برق' ص ۳۲۴' ۳۲۵) اور مرزا صاحب کا ''خدا'' تو کوئی سی زبان بھی صحیح استعمال نہیں کرتا۔ اردو الہام دیکھیے: ''بہت سے سلام میرے تیرے پر ہوں''۔ (حقیقۃ الوحی' مرزا غلام احمد قادیانی' ص ۱۰۲) ان پر جو الہامات انگریزی میں نازل ہوئے' ان کی زبان بھی اتنی ہی غلط ہے جتنی مرزا صاحب جیسے ''پڑھے لکھے'' آدمی کی ہونی چاہیے تھی۔ (مثلاً دیکھیے حقیقۃ الوحی' مرزا غلام احمد قادیانی' ص ۳۰۳) انگریزی الہامات کے بارے میں حاشیے میں لکھتے ہیں: ''چونکہ یہ غیر زبان میں الہام ہے اور الہامِ الٰہی میں ایک سُرعت ہوتی ہے' اس لیے ممکن ہے کہ بعض الفاظ کے ادا کرنے میں کچھ فرق ہو اور یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بعض جگہ خدا تعالیٰ انسانی محاورات کا پابند نہیں ہوتا۔ (حقیقۃ الوحی' ص ۳۰۴) ایک خط میں اس سلسلے میں شکوہ کرتے ہیں کہ ''چونکہ اس ہفتے میں بعض کلمات انگریزی وغیرہ الہام ہوئے ہیں اور اگرچہ بعض ان میں سے ہندو لڑکے سے دریافت کیے مگر قابلِ اطمینان نہیں''۔ (مکتوباتِ احمدیہ' جلد اوّل' ص ۶۸)

اور پھر انگریزی الہامات ہی پر کیا منحصر ہے' سنسکرت اور عبرانی وغیرہ میں بھی ان پر یہ عنایات ہوتی رہیں۔ لکھتے ہیں: ''زیادہ تر تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض الہامات مجھے ان زبانوں میں بھی ہوتے ہیں جن سے مجھے کچھ بھی واقفیت نہیں ہے جیسے انگریزی' سنسکرت یا عبرانی وغیرہ''۔ (نزول المسیح ص ۵۷)

مرزا صاحب کا نام ''غلام احمد'' تھا' لیکن ان کے کئی ''الہامات'' میں انھیں ''احمد'' کے نام سے پکارا گیا۔ خود انھوں نے اپنے بارے میں کہا:

احمدِ آخر زماں نامِ من است

آخریں جامے ہمیں جامِ من است

لیکن وہ خود اس حوالے سے ارتقائی منازل ہی طے کرتے رہے۔ انھوں نے خود یہ اعلان نہیں کیا کہ ''مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ اَحْمَد '' کی آیت کے مصداق حضور نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں بلکہ وہ خود ہیں۔ یہ بات تو ان کے بیٹے اور ''خلیفہ دوم'' نے کہی۔ ''اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون رسول ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آیا اور اس کا نام احمد ہے۔ میرا اپنا دعویٰ ہے اور میں نے یہ دعویٰ یوں ہی نہیں کر دیا بلکہ حضرت مسیح موعود کی کتابوں میں بھی اِسی طرح لکھا ہوا ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّل (حکیم نور الدین بھیروی) نے بھی یہی فرمایا ہے کہ مرزا صاحب احمد ہیں۔ چنانچہ ان کے درسوں کے نوٹوں میں بھی یہی چھپا ہوا ہے اور میرا ایمان ہے کہ اس آیت (اِسْمُهٗ اَحْمَدُ) کے مصداق حضرت مسیح موعود علیہ السلام (؟) ہی ہیں (انوارِ خلافت' میاں بشیر الدین محمود احمد' ص ۲۱) مرزا بشیر الدین محمود احمد نے ۱۹۱۵ء کے سالانہ جلسے میں تقریر کرتے ہوئے کھُل کر کہا کہ ''اسمہ احمد '' سے حضور محبوبِ خدا علیہ التحیۃ والثناء مراد نہیں ہیں''۔ (الفضل قادیان' ۱۹ اگست' ۱۹۱۶ء)

حالانکہ خود مرزا صاحب نے ۴ نومبر ۱۹۰۰ء کو ''اشتہار واجب الاظہار'' میں کہا تھا:

''ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو نام تھے۔ ایک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' دوسرا احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اسمِ احمد جمالی نام تھا جس سے یہ مطلب تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں آشتی اور صلح پھیلائیں گے۔ سو خدا نے ان دو ناموں کی اِس طرح پر تقسیم کی کہ اوّل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکّی زندگی میں اسمِ احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور تھا اور ہر طرح سے صبر اور شکیبائی کی تعلیم تھی اور پھر مدینہ کی زندگی میں اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا اور مخالفوں کی سرکوبی خدا کی حکمت اور مصلحت نے ضروری سمجھی''۔ (تبلیغِ رسالت' جلد نہم' مرزا غلام احمد قادیانی' ص ۹۱)

معلوم ہوا کہ مرزا صاحب تو ''احمد'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک سمجھتے تھے لیکن ان کے بیٹے ان سے بھی دو قدم آگے نکل گئے۔ انھوں نے واضح طور پر کہا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نہیں تھا اور ''احمد'' کے سلسلے میں قرآن میں جو نشانات ہیں' حضور اُن کے مصداق بھی نہیں ہیں اور نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود یہ فرمایا کہ ''اسمہ احمد

والی پیشگوئی میرے بارے میں ہے''۔ (الفضل ۱۹ اگست ۱۹۱۶ء)

مرزا صاحب نے بھی ''خاتَم'' کے معنی مُہر کہہ کر حضور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی مُہر کے ذریعے نبوت کی راہ کھولنی چاہی تھی۔ ان کے صاحبزادے نے بات کو اور بھی واضح کر دیا۔ ۱۹۲۷ء میں اُن سے سوال کیا گیا کہ کیا آئندہ بھی نبیوں کا آنا ممکن ہے؟ تو انھوں نے کہا: ''ہاں! قیامت تک رسول آتے رہیں گے' جب تک بیماری ہے' تب تک ڈاکٹر کی بھی ضرورت ہے''۔ (الفضل قادیان' ۲۷ فروری ۱۹۲۷ء)

مرزا صاحب نے اپنے آپ کو بہت کچھ بنا لیا تھا۔ وہ مسیح موعود بن بیٹھے تھے۔ (حیات طیبہ از عبدالقادر' ص ۹۸' تاریخ احمدیت' جلد سوم' ص ۵۴۶' تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۶۴' وغیرہ) انھوں نے اپنے آپ کو آدم علیہ السلام' شیث علیہ السلام' نوح علیہ السلام' ابراہیم علیہ السلام' اسحاق علیہ السلام' اسماعیل علیہ السلام' یعقوب علیہ السلام' یوسف علیہ السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مظہرِ اَتم کہا۔ (حقیقۃ الوحی ص ۷۲) انھوں نے اپنے آپ کو کرشن بھی قرار دیا۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۸۵) وہ ''مہدیٔ معہود'' بھی بن بیٹھے۔ (سیرت المہدی' حصہ سوم' ص ۱۲۹' ۱۷۰' ملفوظات' جلد ششم' ص ۲۲۳' وغیرہ) لیکن انہوں نے کہا کہ مہدی ایک ہی ہونا تھا اور وہ خود اُن کی صورت میں ہو گیا۔ ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو ایک مقدّمے کے سلسلے میں جہلم پیش ہوئے تو خُدّام کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا: ''مسلمانوں کے تمام فرقے مہدی کے منتظر ہیں' مگر مہدی تو بہر حال ایک شخص ہی ہونا تھا اور وہ میں ہوں''۔ (سیرت المہدی' حصہ سوم' ص ۱۲۹) لیکن ''طنبورۂ مرزا'' کچھ اور کہتا ہے۔ ان کے بیٹے صاحب حسبِ عادت ان سے کئی ہاتھ آگے نکل گئے۔ کہتے ہیں: ''مہدی کے متعلق جو پیشگوئیاں ہیں' ان سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی مہدی ہوں گے' ان مہدیوں میں سے ایک مہدی تو خود حضرت مرزا صاحب ہیں اور آئندہ بھی کئی مہدی آ سکتے ہیں''۔ (الفضل قادیان' ۲۷ فروری ۱۹۲۷ء)

دنیا جانتی ہے کہ نبی جھوٹ نہیں بولتا' سچا ہوتا ہے۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو آپ کے سخت ترین دشمن بھی صادق اور امین کہہ کر پکارتے تھے۔ قرآن مجید میں انبیاءِ کرام (علیہم السلام) کے صدق کو کئی مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔ لیکن جس نبوت کی بنیاد ہی جھوٹ پر ہو' جو شخص جھوٹی نبوت کا داعی ہو' اس کے کلام میں سچ کی تلاش کرنا ہی بے وقوفی ہے۔ لیکن مرزا صاحب کے ''سچ'' کی ایک مثال ضرور ملاحظہ فرمالیں' لکھتے ہیں: ''بخاری میں لکھا ہے کہ آسمان

سے اس کے لیے آواز آئے گی کہ ھذا خلیفة اللّٰہ المھدی۔ اب سوچو کہ یہ حدیث کس پائے اور مرتبے کی ہے جو اُس کتاب میں درج ہے جو اصح الکتب بعد از کتاب اللہ ہے''۔ (شہادت القرآن' مرزا غلام احمد قادیانی' ص ۴۱) صورتِ حال یہ ہے کہ بخاری شریف میں ایسی کوئی حدیث نہیں ہے۔

اس مختصر مضمون میں یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ جن لوگوں نے دین کے محل میں نقب لگانے کی جسارت کی' حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اپنی نبوت کا کھڑاگ کھڑا کیا' انھوں نے اگرچہ شیطان کے زیرِ اثر کئی لوگوں کو بوجوہ اپنے چنگل میں پھنسا لیا۔ لیکن ان کا جھوٹ ان کی ایک ایک ادا سے' ان کی ایک ایک عبارت سے واضح ہے۔ اب جن لوگوں کے دلوں' کانوں اور آنکھوں پر اللہ نے مُہر لگا دی ہو' ان پر احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کی کسی کوشش کا مثبت اثر تو ہونے سے رہا۔ مگر ایسے لوگ جو متلاشیانِ حق ہیں' انھیں ضرور غور کرنا چاہیے کہ شیطان کے چیلے چانٹے دین کو کمزور کرنے اور مِلّت کو پارہ پارہ کرنے کی کوششوں میں کس کس طرح مصروف ہیں۔

(راجا رشید محمود کا یہ مقالہ صاحبزادہ محمد نور المصطفیٰ رضوی' خانقاہ ڈوگراں نے مجلسِ تعلیماتِ اسلامیہ (پاکستان) کے پلیٹ فارم سے کتابچے کی صورت میں شائع کیا تو ''حرفِ آغاز'' میں لکھا:

''پیشِ نظر مختصر مگر جامع تحریر میں ممتاز ادیب' قابلِ رشک محقق' شعلہ بیان خطیب اور نامور نعت گو شاعر جناب راجا رشید محمود (ایم اے' فاضلِ درسِ نظامی) سینئر ماہرِ مضمون' پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ' لاہور نے عقیدۂ ختمِ نبوت' آیاتِ عدیدہ اور احادیثِ کثیرہ سے واضح کیا ہے اور فتنۂ قادیانیت کو بھی پوری طرح بے نقاب کیا ہے ....'' (۱۴ ربیع الثانی ۱۴۰۸ھ)

☆......☆......☆

ہندی نژاد کاذِب ''نبی'' کے احوال

گورداس پور' مغربی پنجاب' بھارت کا ایک ضلع ہے' ضلع گورداس پور میں ایک بستی کا نام قادیان ہے' قادیان میں مرزا غلام مرتضیٰ نامی شخص سکونت پذیر تھا۔

۱۸۵۷ء میں مسلمانوں نے بہ فتاویٰ علما انگریزوں کے خلاف تلوار اٹھائی اور برطانیہ سے آزادی کی جنگ لڑی۔ کم و بیش چھے ماہ تک معرکہ رہا لیکن اختلاف و عدم مرکزیت کی بنا پر بے انتہا جانی و مالی قربانیاں بے ثمر رہیں' مگر انگریز اور مسلمان کی دشمنی مسلّم ہو گئی۔ مدت تک غیور مسلمان انگریز سے اِکّا دُکّا جھڑپیں لیتے رہے اور آخر تک علما کا بڑا گروہ ان سے نفرت کا اظہار کرتا رہا' ان کے مقابلے میں بے ضمیر افراد کا ایک ٹولہ تھا جو گردنیں جھکا کر انگریز کی فرمانبرداری کے لیے آگے بڑھا اور زمین و جاگیر کے پٹے گلوں میں ڈال کر ملکہ وکٹوریہ کا غلام بنا' ان زمینداروں میں غلام مرتضیٰ بھی تھا۔

مرزا غلام احمد بن غلام مرتضیٰ اپنی تصنیف ''نور الحق'' میں رقمطراز ہے:

''میرا باپ اسی طرح خدمات میں مشغول رہا' یہاں تک کہ پیرانہ سالی تک پہنچ گیا اور سفرِ آخرت کا وقت آ گیا اور ہم اس کی تمام خدمات لکھنا چاہیں تو اس جگہ نہ سما سکیں اور ہم لکھنے سے عاجز رہ جائیں۔ پس خلاصۂ کلام یہ ہے کہ میرا باپ سرکار انگریز کے مراحم کا ہمیشہ امیدوار اور عندالضرور خدمتیں بجالاتا رہا۔ یہاں تک کہ سرکار انگریزی نے اپنی خوشنودی چٹھیات سے اس کو معزّز کیا اور ہر ایک وقت اپنے عطاؤں کے ساتھ اس کو خاص فرمایا اور اس کی غم خواری فرمائی اور اس کی رعایت اور اس کو اپنے خیر خواہوں اور مخلصوں میں سمجھا۔ پھر جب میرا باپ وفات پا گیا' تب ان خصلتوں میں اس کا قائم مقام میرا بھائی ہوا۔ جس کا نام مرزا غلام قادر تھا اور سرکاری انگریزی کی عنایات ایسی ہی اس کے شاملِ حال ہو گئیں جیسی کہ میرے باپ کے شاملِ حال تھیں اور میرا بھائی چند سال بعد اپنے والد کے فوت ہو گیا۔ پھر ان دونوں کی وفات کے بعد میں ان کے نقشِ قدم پر چلا اور ان کی سیرتوں کی پیروی کی''۔ (کتاب مذکور' حصہ اوّل

ص ۳۸)

انگریزوں کی تاحال وفاداری کے اِس پرچارک نے دراصل اس وقت جو سب سے بڑا کام کیا' وہ ''جہاد' جیسے حکمِ اسلام کی نفی اور عقیدۂ ختمِ نبوت کا انکار ہے۔ ایک اعلان سے وہ استعماریوں کا قوتِ بازو ہوا اور دوسرے اعلان سے اس نے بخیالِ خود اسلام میں رخنہ ڈال دیا۔

غلام احمد' برلاس قوم سے ہونے کا مدعی ہے۔[۱] عبدالقادر کے بقول کوئی مستند دستاویز ایسی نہیں جس کی بنا پر صحیح تاریخ ولادت بتائی جا سکے' البتہ مرزا بشیر احمد نے بعض تحریروں سے اندازہ لگایا کہ غلام احمد ۱۳ فروری ۱۸۳۵ء مطابق ۱۴ شوال ۱۲۵۰ء پیدا ہوئے۔[۲] پروفیسر محمد الیاس برنی نے اپنی معرکۃ الآرا تصنیف ''قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ'' میں مرزا صاحب کا سنہ ولادت مختلف لکھا ہے۔[۳]

جنگِ آزادی کے دس گیارہ سال بعد غلام احمد قادیانی نے الہام کا دعویٰ کیا۔ ۱۸۸۸ء کے اواخر میں بیعت لینے لگے اور ۱۸۹۱ء سے مسیح ومہدی بنے اور ۱۹۰۱ء میں نبی ہونے کا دعویٰ کر کے ۱۹۰۸ء میں مر گئے۔

مسلمان پہلے ہی دن سے انھیں کافر مان رہے تھے' مگر برطانوی حکومت اور اس کے زیرِ اثر افسر شاہی ان کی حمایت پر کمربستہ رہی' آخر مسلمانوں کی بھرپور جِدّوجُہد سے مجبور ہو کر پاکستان قومی اسمبلی نے ۱۹۷۴ء میں قادیانی اور لاہوری یعنی بقول خود ان کے' احمدی جماعت کے افراد کو غیر مسلم اور کافر اقلیت قرار دیا۔ اور ۱۹۸۴ء میں اس اعلان پر عمل درآمد کے لیے حکومت کے سربراہ نے متعلقہ آرڈی نینس جاری کر دیا۔

خاتم النبیین کے نئے معنی

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی جعلی نبوت کے اثبات میں قرآنی نص میں تحریفِ معنوی کی اور ''خاتم النبیین'' کی نئی تعبیر کرتے ہوئے لکھا:

''وہ خاتم الانبیاء ہے' مگر ان معنوں سے نہیں کہ آئندہ اس سے کوئی روحانی فیض نہیں ملے گا' بلکہ ان معنوں سے کہ وہ صاحبِ خاتم ہے' بجز اُس کی مُہر کے' کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا اور اس کی اُمّت کے لیئے قیامت تک مکالمہ اور مخاطبۂ الٰہیہ کا دروازہ کبھی بند نہ ہوگا''[۴]

مرزا صاحب کے ''ملفوظات'' میں ہے: ''مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے' یہ ہم پر افترائے عظیم ہے ہم جس قوت' یقین' معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں' اس کا لاکھواں حصہ بھی دوسرے لوگ نہیں مانتے۔ خدا تعالیٰ نے ہم پر ختمِ نبوت کی حقیقت کو ایسے طور پر کھول دیا ہے کہ اس عرفان کے شربت سے جو ہمیں پلایا گیا ہے' ایک خاص لذّت پاتے ہیں جس کا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا''[۵] مرزا صاحب نے مزید کہا: ''خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپ کی مُہر کے بغیر کسی کی نبوت کی تصدیق نہیں ہو سکتی' جب مُہر لگ جاتی ہے تو وہ کاغذ سند ہو جاتا ہے اور مصدّقہ سمجھا جاتا ہے' اسی طرح آنحضرت کی مُہر اور تصدیق جس نبوت پر نہ ہو' وہ صحیح نہیں ہے''۔[۶]

قادیانیوں پر اہلِ اسلام کی طرف سے جو اعتراض کیے جاتے ہیں' انھوں نے خاتم النبیین کے معنی کے متعلق ان میں سے ایک اعتراض کا جواب یوں دیا: ''خاتم النبیین'' کے معنی ہیں: ''نبیوں کی مُہر'' جس طرح مہر کاغذ پر اپنے نقوش ثبت کرتی ہے' اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقوشِ قدم پر چلنے سے حسبِ استعداد انسان میں آپ کے فیضانِ نبوت کے نقوش ثبت ہو جاتے ہیں گویا دوسرے انبیاء کی نسبت اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم النبیین کا منصب دے کر یہ خاصیت بخشی ہے کہ آپ کی روحانی توجُّہ نبی تراش ہے اور آپ کا کامل تبع' نبوت کے مقام پر بھی فائز ہو سکتا ہے۔[۷]

نبوت کا دعویٰ

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے' مرزا غلام احمد قادیانی نے پہلے اپنے آپ پر الہام ہونے کا دعویٰ کیا' پھر مجدّد بنے' پھر بیعت لینا شروع کی' پھر مسیح موعود اور مہدی ہونے کا دعویٰ کیا اور آخر میں ان پر انکشاف ہوا کہ وہ ''نبی'' ہیں۔ ''تاریخِ احمدیت'' میں ہے: ''۱۹۰۰ء کے آخر اور ۱۹۰۱ء کے اوائل میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام (؟) پر یہ انکشاف ہوا کہ مقامِ نبوت صرف کثرتِ مکالمہ ومخاطبہ سے مشرف ہونے کا نام ہے اور نئی شریعت کا لانا' پہلی شریعت کا ترمیم کرنا یا براہِ راست منصبِ نبوت ورسالت کا حصول نبی کی تعریف میں داخل نہیں ہے''[۸]

تعریفِ نبوت کی تبدیلی کا سب سے پہلا تحریری اعلان ۵ نومبر ۱۹۰۱ء کو اشتہار ''ایک غلطی کا ازالہ''[۹] کے ذریعے کیا گیا[۱۰] مرزا بشیر الدین محمود احمد (مرزا قادیانی کے بیٹے اور دوسرے خلیفہ) لکھتے ہیں: ''پس یہ ثابت ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کے وہ حوالے جن میں آپ نے نبی ہونے کا انکار کیا ہے اب منسوخ ہیں اور ان سے حُجّت پکڑنی غلط ہے''۔[۱۱]

مرزا صاحب نے اپنے لیے نبوت کا دروازہ کھولنے کے لئے دلیل یہ دی ہے کہ خدا پہلے تو انبیاء و رُسُل سے کلام کرتا تھا' اب کلام نہ کرے تو گویا اس کی یہ صفت معطّل ہوگئی۔ انھوں نے لکھا: ''ہمارا خدا وہ خدا ہے جو اَب بھی زندہ ہے جیسا کہ پہلے زندہ تھا اور اب بھی بولتا ہے جیسا کہ وہ پہلے بولتا تھا۔ یہ خیالِ خام ہے کہ اِس زمانے میں وہ سنتا تو ہے مگر بولتا نہیں۔ بلکہ وہ سنتا اور بولتا بھی ہے۔ اس کی تمام صفات ازلی ابدی ہیں' کوئی صفت بھی معطّل نہیں اور نہ کبھی ہو گی''۔[۱۲]

ظلّی نبی

مرزا صاحب کہتے ہیں کہ وہ کوئی نئی شریعت نہیں لائے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اُمّتی ہیں' اس لئے ظلّی نبی ہیں۔ ''(حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد) صرف اُس نبوت کا دروازہ بند ہے جو احکامِ شریعتِ جدیدہ ساتھ رکھتی ہو یا ایسا دعویٰ ہو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اِتّباع سے الگ ہو کر کیا جائے' لیکن ایسا شخص جو ایک طرف خدا تعالیٰ کی وحی میں اُمّتی قرار پاتا ہے' پھر دوسری طرف اس کا نام نبی بھی رکھتا ہے' یہ دعویٰ قرآن شریف کے احکام کے مخالف نہیں ہے کیونکہ یہ نبوت بہ باعث اُمّتی ہونے کے' دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ایک ظل ہے' کوئی مستقل نبوت نہیں''[۱۳] ''ازالہ اوہام'' میں ہے: ''کوئی مرتبہ شرف کمال کا اور کوئی مقامِ عزت اور قربت کا بجز سچی اور کامل متابعت اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم ہرگز حاصل کر ہی نہیں سکتے' ہمیں جو کچھ ملتا ہے ظلّی اور طفیلی طور پر ملتا ہے''۔[۱۴] مرزا صاحب نے بیشمار مقامات پر اپنے آپ کو ظلّی نبی لکھا ہے۔ ''چشمۂ معرفت'' میں ہے: ''میں اس کے رسول پر دلی صدق سے ایمان لایا ہوں اور جانتا ہوں کہ تمام نبوتیں اس پر ختم ہیں اور اس کی شریعت خاتم الشرائع ہے مگر ایک قسم کی نبوت ختم نہیں ہوتی یعنی وہ نبوت جو اس کی کامل پیروی

سے ملتی ہے اور جو اُس کے چراغ میں سے نور لیتی ہے' وہ ختم نہیں کیونکہ وہ محمدی نبوت ہے یعنی اس کا ظل ہے اور اسی کے ذریعہ سے ہے اور اسی کا مظہر ہے اور اسی سے فیض یاب ہے''۔[۱۵]

قادیانیوں نے بھی مرزا صاحب کی نبوت کو ظل کہا ہے لیکن اس کا مرتبہ سب انبیاء سے بڑا بتایا ہے۔ ''حضرت مسیح موعود علیہ السلام (؟) نبی تھے۔ آپ کا درجہ مقام کے لحاظ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شاگرد اور آپ کا ظل ہونے کا ہے دیگر انبیاء علیہم السلام میں سے بہتوں سے آپ بڑے تھے ممکن ہے سب سے بڑے ہوں''۔[۱۶]

دراصل مرزا صاحب کے دعاوی میں تدریج کا خاص خیال رکھا گیا ہے' ظلّی طور پر نبی بنتے بنتے وہ آخر کار ظلّی طور پر محمد اور احمد بن گئے (آگے چل کر وہ ''احمد'' بن بیٹھے اور انھیں قرآنی آیت میں ''اِسْمُهٗۤ اَحْمَدُ'' کا مصداق ٹھہرایا گیا) (اس کا ذکر بعد میں آئے گا)۔

''حقیقۃ الوحی'' میں کہتے ہیں: ''میں آدم علیہ السلام ہوں' شیث علیہ السلام ہوں' میں نوح علیہ السلام ہوں' میں ابراہیم علیہ السلام ہوں' میں اسحاق علیہ السلام ہوں' میں اسمٰعیل علیہ السلام ہوں' میں یعقوب علیہ السلام ہوں' میں نوح علیہ السلام ہوں' میں یوسف علیہ السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا مظہرِ اتم ہوں' یوں ظلّی طور پر میں محمد اور احمد ہوں''۔[۱۷]

بُروزی نبی

کبھی مرزا صاحب اپنی نبوت کو ظلّی کا نام دیتے ہیں' کبھی بروزی قرار دیتے ہیں۔ ''کشتی نوح'' میں ہے: ''اب بعد اس کے (خاتم الانبیاء) کے کوئی نبی نہیں مگر وہی جس پر بروزی طور سے محمدیت کی چادر پہنائی گئی۔ پس جو کامل طور پر مخدوم میں فنا ہو کر خدا سے نبی کا لقب پاتا ہے' وہ ختمِ نبوت کا خلل انداز نہیں''۔[۱۸] ''البدر'' کی ۴ ستمبر ۱۹۰۳ء کی اشاعت میں کسی نے مرزا صاحب سے پوچھا کہ بروز کسے کہتے ہیں؟ انھوں نے کہا: ''جیسے شیشہ میں انسان کی شکل نظر آتی ہے حالانکہ وہ شکل بذاتِ خود الگ قائم ہوتی ہے اس کا نام بروز ہے''۔[۱۹]

مرزا صاحب نے اپنی بیویوں کو اُمّہات المومنین کہا' اپنے گھر والوں کو اہلِ بیت کہلایا' جن لوگوں نے مرزا صاحب کی زیارت کی انھیں صحابہ قرار دیا گیا' اسی قسم کے ایک ''صحابی'' سید سرور شاہ قادیانی کہتے ہیں: ''بروز کے معنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود لکھے ہیں کہ اصل

اور بروز میں فرق نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غلامی کی نسبت بیان کرتے ہیں تو فرماتے ہیں: ''من یک قطرہ ز آبِ زُلال محمدم صلی اللہ علیہ وسلم''۔ لیکن آپ جب بروز کی رنگت میں جلوہ نما ہوتے تو فرماتے: ''من فرق بینی و بین المصطفٰے فما عرفنی وما رای'' کہ جو مجھ میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ذرا بھی فرق کرتا ہے اس نے نہ مجھے دیکھا اور نہ مجھے پہچانا''۔[۲۰]

نئی شریعت نہیں لائے

مرزا غلام احمد قادیانی نے کبھی اپنی نبوت کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظل کہا۔ کبھی اپنے آپ کو ان کا بروز قرار دیا' لوگوں کو تشریعی اور غیر تشریعی نبی کی بحث میں پھنسایا۔ ''پہلے زمانوں میں جو کوئی نبی ہوتا تھا وہ کسی گزشتہ نبی کی اُمّت نہیں کہلاتا تھا' گو اس کے دین کی نُصرت کرتا تھا اور اس کو سچا جانتا تھا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خاص فخر دیا گیا ہے کہ وہ اِن معنوں سے خاتم الانبیاء ہیں کہ ایک تو تمام کمالاتِ نبوت ان پر ختم ہیں اور دوسرے یہ کہ ان کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا رسول نہیں اور نہ کوئی ایسا نبی ہے جو اُن کی اُمّت سے باہر ہو''۔[۲۱]

حقیقی نبی

مرزا صاحب نے جس طرح بتدریج ترقی کی' اس کی طرف توجّہ دلائی جا چکی ہے لیکن یہ سمجھنا کہ مرزا صاحب کی وفات کے بعد ارتقا کا یہ عمل جاری نہیں رہا' درست نہیں۔ مرزا صاحب تو ایک مولوی سے ترقی کی منازل طے کرتے کرتے ظلی' بروزی اور نئی شریعت کے بغیر نبی بنے لیکن ان کے صاحبزادے نے ظلی' بروزی والی پَخ بھی اڑا دی۔ انھوں نے والد صاحب کو حقیقی نبی قرار دیا۔ ''درحقیقت خدا کی طرف سے خدا تعالٰی کی مقرر کردہ اصطلاح کے مطابق قرآنِ کریم کے بتائے ہوئے معنی کی رُو سے جو نبی ہو اور نبی کہلانے کا مستحق ہو۔ تمام کمالاتِ نبوت اس میں اس حد تک پائے جاتے ہوں جس حد تک نبیوں میں پائے جانے ضروری ہیں تو میں کہوں گا کہ ان معنوں میں حضرت مسیح موعود حقیقی نبی تھے''۔[۲۲]

اگرچہ اس انداز میں مرزا صاحب خود ''حقیقی نبی'' نہیں کہلائے۔ لیکن دبے لفظوں میں وہ یہ ضرور کہتے رہے کہ ان جیسا تو کوئی نبی بھی نہیں تھا۔ ملاحظہ فرمائیے' کہتے ہیں: ''میں سچ سچ

کہتا ہوں کہ جس کثرتِ تعداد اور صفائی سے غیب کا علم حضرت جلّ شانہٗ نے اپنے ارادۂ خاص سے مجھے عنایت فرمایا اگر دنیا میں اس کثرتِ تعداد اور انکشافاتِ تام کے لحاظ سے کوئی اور بھی میرے ساتھ شریک ہے تو میں جھوٹا ہوں''۔[۲۳]

(گویا اتنا علمِ غیب تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی نہیں دیا گیا تھا) العیاذ باللہ!

ایک طویل نظم ''دلائلِ صداقتِ مسیح موعود و تبلیغ عام'' کا ایک بند ملاحظہ ہو' اپنے بارے میں فرماتے ہیں:

ساٹھ سے ہیں کچھ برس میرے زیادہ اس گھڑی
سال ہے' اب تیسواں[۲۴] دعویٰ پہ از رُوئے شمار
تھا برس چالیس کا میں اس مسافر خانہ میں
جبکہ میں نے وحیِ ربّانی سے پایا افتخار
اس قدر یہ زندگی کیا افترا میں کٹ گئی
پھر عجب تر یہ کہ نصرت کے ہوئے جاری بحار
ہر قدم میں میرے مولا نے دیے مجھ کو نشاں
ہر عدُو پر حُجّتِ حق کی پڑی ہے ذُوالفقار
نعمتیں وہ دیں مِرے مولا نے اپنے فضل سے
جن سے ہیں معنی اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ آشکار[۲۵]

پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ مرزا صاحب ''نبی'' بن بیٹھے تو ان کی بیویاں ''اُمّہات المؤمنین'' کیوں نہ ہوتیں' ان کے ساتھی ''صحابہ'' کیوں نہ کہلواتے اور ان کے گھر والے ''اہلِ بیت'' کیسے نہ ہوتے' یہ اس بنا پر ہوا کہ مرزا صاحب کوئی ایسے ویسے نبی نہ تھے عین حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے (نعوذ باللہ) ''کتنی شاندار صداقت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام (؟) کا آنا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آنا ہے اور آپ کے بعد خلیفۂ اوّل یعنی حضرت مولوی نورالدین رضی اللہ تعالٰی عنہ (؟) کا وجود رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ اوّل یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا وجود ہے''۔[۲۶]

’’اِسْمُہٗٓ اَحْمَدُ‘‘ کا مصداق کون؟

مرزا صاحب کا نام ’’غلام احمد‘‘ تھا لیکن ان کے کئی ’’الہامات‘‘ میں انھیں ’’احمد‘‘ کے نام سے پکارا گیا‘ خود انھوں نے اپنے بارے میں کہا:

احمدِ آخر زماں نامِ من است　　　آخریں جامے ہمیں جامِ من است

لیکن وہ خود اس حوالے سے ’’ارتقائی منازل‘‘ ہی طے کرتے رہے‘ انھوں نے خود یہ اعلان نہیں کیا کہ ’’مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ‘‘ کے مصداق وہی ہیں‘ اس آخری منزل پر انھیں بعد میں پہنچایا گیا۔ ان کے بیٹے اور ’’خلیفۂ دوم‘‘ نے لکھا: ’’اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون رسول ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آیا اور اس کا نام احمد ہے۔ میرا اپنا دعویٰ ہے اور میں نے یہ دعویٰ یوں ہی نہیں کر دیا بلکہ حضرت مسیح موعود کی کتابوں میں بھی اسی طرح لکھا ہوا ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّل (حکیم نور الدین بھیروی) نے بھی یہی فرمایا ہے کہ مرزا صاحب احمد ہیں‘ چنانچہ ان کے درسوں کے نوٹوں میں بھی یہی چھپا ہوا ہے۔ اور میرا ایمان ہے کہ اس آیت (اسمہ احمد) کے مصداق حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی ہیں‘‘۔ ۲۸

مرزا بشیر الدین محمود احمد نے ۱۹۱۵ء کے سالانہ جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کھل کر کہا کہ ’اسمہٗ احمد‘ میں حضور محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء والثناء مراد نہیں ہیں۔ ’’احمد کا جو لفظ قرآنِ کریم میں آیا ہے‘ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ہی ہے‘ میں اس کے ثبوت میں اپنے پاس خدا کے فضل سے دلائل رکھتا ہوں۔ اگر کوئی میرے دلائل کو غلط ثابت کر دے اور قرآنِ کریم سے اور احادیثِ صحیحہ سے یہ بات ثابت کر دے کہ احمد‘ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام تھا یا صفت اور یہ کہ جو نشانات احمد کے قرآن میں آتے ہیں‘ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر چسپاں ہوتے ہیں اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشین گوئی اپنے اوپر چسپاں فرمائی ہے تو میں ایسے شخص کو ایک مقرر تاوان‘ جو فریقین کو منظور ہو‘ دینے کے لیے تیار ہوں‘‘۔ ۲۹

’’احمدی‘‘ نام کی وجہ

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ قادیانی یا مرزائی اپنے آپ کو ’’احمدی‘‘ کہلاتے ہیں اور عام طور پر یہ تاثر دیتے ہیں کہ وہ غلام احمد سے نسبت کی وجہ سے احمدی کہلاتے ہیں۔ کیونکہ

قرآن کی آیت ’’اِسْمُہٗٓ اَحْمَدُ‘‘ کے مصداق ان کے غلام احمد ہی تھے‘ یہ بات درست نہیں۔

’’مؤرّخِ احمدیت‘‘ دوست محمد شاہد لکھتے ہیں کہ پنجاب میں لوگ ہمیں ’’مرزائی‘‘ کہتے تھے اور ہندوستان کے دوسرے علاقوں میں ’’قادیانی‘‘ کے نام سے پکارتے تھے لیکن ۱۹۰۱ء کی سرکاری مردم شماری میں یہ فرقہ اپنا تشخّص برقرار رکھے ہوئے اندراج کروانا چاہتا تھا۔ اس لیے مرزا صاحب نے اسے ’’احمدی‘‘ قرار دیا۔ ۳۰

یہ اعلان مرزا صاحب نے ۴ نومبر ۱۹۰۰ء کو ’’اشتہار واجب الاظہار‘‘ کے ذریعے سے کیا:

’’ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو نام تھے ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم‘ دوسرا احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم‘ اسم احمد جمالی نام تھا جس سے یہ مطلب تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں آشتی اور صلح پھیلائیں گے‘ سو خدا نے ان دو ناموں کی اِس طرح پر تقسیم کی کہ اوّل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی میں اسمِ احمد کا ظہور تھا اور ہر طرح سے صبر اور شکیبائی کی تعلیم تھی اور پھر مدینہ کی زندگی میں اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا اور مخالفوں کی سرکوبی خدا کی حکمت اور مصلحت نے ضروری سمجھی لیکن یہ پیشگوئی کی گئی تھی کہ آخری زمانہ میں پھر اسمِ احمد ظہور کرے گا اور ایسا شخص ظاہر ہوگا جس کے ذریعہ سے احمدی صفات یعنی جمالی صفات ظہور میں آئیں گی اور تمام لڑائیوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ پس اسی وجہ سے مناسب معلوم ہوا کہ اس فرقہ کا نام فرقۂ احمدیہ رکھا جائے‘‘۔ ۳۱

’’۲۵ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو ایک اور مولوی صاحب آئے اور انھوں نے سوال کیا کہ خدا نے ہمارا نام مسلمان رکھا ہے‘ آپ نے اپنے فرقہ کا نام احمدی کیوں رکھا ہے؟ حضور (؟) نے اس سوال کے جواب میں مفصل تقریر فرمائی اور بتایا کہ جو لوگ اسلام کے نام سے انکار کریں یا اس نام کو عار سمجھیں‘ ان کو تو میں لعنتی کہتا ہوں میں کوئی بدعت نہیں لایا جیسا کہ حنبلی‘ شافعی وغیرہ کے نام تھے‘ ایسا ہی احمدی بھی نام ہے بلکہ احمدی کے نام میں اسلام اور اسلام کے بانی احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اتّصال ہے۔ آج کل اس قدر طوفان زمانہ میں ہے کہ اوّل آخر کبھی نہیں ہوا۔ اس واسطے کوئی نام ضروری تھا خدا کے نزدیک جو مسلمان ہیں‘ وہ احمدی ہیں‘‘۔ ۳۲

رسول ہی رسول

نبوت و رسالت کے بارے میں مرزا غلام احمد کے متبعین کے خیالات اب یہی نہیں کہ ایک ظلی یا بروزی آ گیا اور بس' یا یہ کہ کچھ اور ظلی بروزی نبی بھی آئیں گے مگر وہ حقیقی نبی نہیں ہوں گے بلکہ مرزا صاحب کے صاحبزادہ صاحب (خلیفہ دوم) سے ۱۹۲۷ء میں سوال کیا گیا کہ کیا آئندہ بھی نبیوں کا آنا ممکن ہے تو انھوں نے کہا: ''ہاں! قیامت تک رسول آتے رہیں گے جب تک بیماری ہے تب تک ڈاکٹر کی بھی ضرورت ہے''۔۳۳

الہامات

اس ''رسولِ ہندی'' پر الہامات بھی بہت ہوئے۔ خداوندِ قدوس نے تو فرمایا تھا: ''وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ '' (ہم نے ہر رسول پر صرف اس کی قوم کی زبان میں وحی نازل کی) لیکن مرزا صاحب پر زیادہ تر ''وحی'' عربی میں نازل ہوئی اگرچہ خود انھوں نے یہ کہا تھا: ''یہ بالکل لغو اور بیہودہ امر ہے کہ انسان کی اصل زبان تو کوئی اور ہو اور الہام اس کو کسی اور زبان میں ہو''۳۴ بیشتر الہامات اس قسم کے ہیں کہ قرآنی آیات میں کچھ تحریف کر کے مرزا صاحب والا الہام بن گیا۔ کچھ الہامات معنوی لحاظ سے عجیب و غریب ہیں مثلاً ''انت منی بمنزلۃ ولدی '' (تو مجھ سے بیٹے کی بجا ہے) اس سوال کے جواب میں کہ اس الہام کے معنی کیا ہیں؟ قادیانی حضرات کا موقف ہے کہ کسی کو ''بیٹے کی بجا'' کہنا پیار کے اظہار کے لیئے ہوتا ہے' ورنہ خود مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ خدا بیٹوں سے پاک ہے نہ اس کا کوئی شریک ہے اور نہ بیٹا ہے لیکن یہ فقرہ اس جگہ قبیل مجاز اور استعارہ میں ہے''۔۳۵

قرآن پاک میں تحریف کرتے ہوئے مرزا صاحب کے ''خدا'' نے بعض جگہوں پر زبان غلط کر دی ہے۔ ''یا آدم اسکن ''تو قرآن نے کہا تھا' مرزا صاحب کے الہام میں مخاطب عورت ہو گئی لیکن فعل مذکر ہی رہا ''یا مریم اسکن ''۳۶ اور مرزا صاحب کا ''خدا'' تو کوئی سی زبان بھی صحیح استعمال نہیں کرتا' چند الہامات ملاحظہ ہوں'

''بہت سے سلام میرے تیرے پر ہوں''۔۳۷

''WE CAN, WHAT WE WILL DO''

''GOD IS COMING BY HIS ARMY''

۳۸''HE IS WITH YOU TO KILL ENEMY''

ایک الہام یہ تھا:

چوں دورِ خسروی آغاز کردند   مسلماں را مسلماں باز کردند

مرزا صاحب خود اس کی تشریح میں کہتے ہیں: ''دور خسروی سے مراد اس عاجز کا عہد دعوت ہے مگر اس جگہ دنیا کی بادشاہت مراد نہیں بلکہ آسمانی بادشاہت مراد ہے' جو مجھ کو دی گئی''۳۹

مسیح موعود

قارئین کرام جانتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے بالاقساط مختلف دعوے کیے ہیں یوں اپنی وفات سے کوئی ۱۸ برس پہلے ان پر یہ انکشاف ہُوا کہ جس ''مسیح ابن مریم'' کے آنے کی خبر تھی' وہ خود ہیں' ان کے سوانح نگار عبدالقادر لکھتے ہیں: ''۱۸۹۰ء کے اواخر میں اللہ تعالیٰ نے آپ پر اس امر کا انکشاف فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس مسیح ابن مریم کے آنے کی خبر دی تھی' وہ تو ہی ہے پہلا مسیح آسمان پر خاکی جسم کے ساتھ ہرگز زندہ نہیں بلکہ وہ دیگر انبیاء کی طرح فوت ہو چکا ہے''۔۴۰

۲۵ مئی ۱۹۰۸ء (وفات سے ایک ماہ قبل) مرزا صاحب نے اپنی آخری تقریر کے آخر میں فرمایا: ''عیسیٰ کو مرنے دو کہ اس میں اسلام کی حیات ہے ایسا ہی عیسیٰ موسوی کے بجائے عیسیٰ محمدی آنے دو کہ اس میں اسلام کی عظمت ہے''۔۴۱

اس طرح مرزا صاحب ''مسیح موعود'' بن بیٹھے اور اسے قرآن سے ''ثابت'' کرنے کی خاطر لکھا: ''اور یہ کہنا کہ قرآن شریف میں مسیح موعود کا کہیں ذکر نہیں' یہ سراسر غلطی ہے۔ کیوں کہ..... صریح طور پر فرما دیا کہ آخری زمانہ میں جبکہ آسمان اور زمین میں طرح طرح کے خوفناک حوادث ظاہر ہوں گے' وہ عیسیٰ پرستی کی شامت سے ظاہر ہوں گے اور دوسری طرف یہ بھی فرمایا: ''وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ''پس اس سے مسیح موعود کی نسبت پیشگوئی کھُلے کھُلے طور پر قرآن شریف میں ثابت ہوتی ہے''۔۴۲

مرزا صاحب کیا کیا نہیں

مرزا صاحب اپنے دعووں میں بڑے منہ زور واقع ہوئے ہیں، انھوں نے اپنے آپ کو نبی کہا تو پھر کوئی نبی نہیں چھوڑا جس کا نام انھیں یاد آتا تھا وہ اس کا مسمّٰی خود بنتے جاتے تھے۔

میں کبھی آدم، کبھی عیسیٰ کبھی یعقوب ہوں　　　نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

''حقیقۃ الوحی'' میں مرزا صاحب نے اپنے آپ کو آدم، شیث، نوح، ابراہیم، اسحٰق، اسماعیل، یعقوب، یوسف اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مظہرِ اتم کہا ہے۔ (ص ۷۲) کہتے ہیں: ''جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں، مجھے اور نام بھی دیئے گئے ہیں اور ہر ایک نبی کا مجھے نام دیا گیا ہے۔ چنانچہ جو ملکِ ہند میں کرشن نام ایک نبی گزرا ہے، جس کو رُدّر گوپال بھی کہتے ہیں، اس کا نام بھی مجھے دیا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے بار بار میرے پر ظاہر کیا ہے کہ جو کرشن آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والا تھا، وہ تو ہی ہے، آریوں کا بادشاہ''۔[۴۴]

مہدیٔ معہود

مرزا صاحب کے دعووں کی زد سے جب کرشن نہ بچ سکا تو وہ مہدی ہونے کا دعویٰ کیوں نہ کرتے، چنانچہ وہ ''مسیح موعود'' کے ساتھ ''مہدیٔ معہود'' بھی بن گئے۔

۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو ایک مقدمے کے سلسلے میں جہلم پیش ہوئے تو خُدّام کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا: ''مسلمانوں کے تمام فرقے مہدی کے منتظر ہیں، مگر مہدی تو بہر حال ایک شخص ہی ہونا تھا اور وہ میں ہوں''۔[۴۵] اگر میں شیعوں سے کہوں کہ میں تمھارا مہدی ہوں، جو کچھ تمھاری روایات میں درج ہے وہ درست ہے اور اسی طرح سُنّیوں اور وہابیوں کو بھی کہوں تاکہ سب مجھ سے راضی ہو جائیں تو یہ ایک منافقت ہے۔ ان کو اتنا معلوم نہیں کہ مہدی کا نام حکم عدل ہے وہ تو سب فرقوں کا صحیح فیصلہ کرے گا۔ جس کی غلطی ہوگی، اس کو بتائے گا تب وہ سچا ہوگا بس یہی وجہ ہے کہ سب فرقے دشمن ہو گئے، ورنہ ہم نے ان کا اور کیا قصور کیا ہے''۔[۴۶]

۱۹ اپریل ۱۹۰۴ء کو مرزا صاحب نے کہا: ''جس مہدی کو لوگ مانتے ہیں، وہ شقّی ہے اور اس کی نسبت احادیث میں بہت تعارض ہے لیکن ہمارا دعویٰ اس مہدی کا ہے، جس کی نسبت میں کوئی شک نہیں''۔[۴۷]

کسی شخص نے سوال کیا کہ شیعہ اصحاب کہتے ہیں کہ امام مہدی غار سے نکلیں گے اور وہ محمد بن حسن عسکری ہیں۔ قادیانیوں نے جواب شائع کیا: ''محمد بن حسن عسکری وفات پا چکے ہیں، بزرگوں کی ایک جماعت کی گواہی شیعہ و سُنّی لٹریچر میں آئی ہے کہ انھوں نے محمد بن حسن عسکری کی وفات پر ان کا جنازہ پڑھا اور انھیں مدینۃ الرسولؐ میں کفنا کر دفن کیا گیا، ان کو اور بعض دوسرے ائمہ کو قبل از وقت جلد بازی میں مہدی قرار دیا گیا، امام مہدی نے آخر زمانہ میں غلبۂ نصاریٰ کے وقت پیدا ہونا تھا، وہی حضرت بانی سلسلۂ احمدیہ علیہ السلام ہیں جو محمد بن حسن عسکری کے بھی بروز ہیں''۔[۴۸]

مسیح و مہدی

مرزا غلام احمد صاحب نے اس بات پر بہت زور دیا کہ مسیح اور مہدی اصل میں ایک ہی شخص ہے اور وہ خود وہی ہیں (حالانکہ اپنے تمام دعووں کے پیشِ نظر انھیں یہ کہنا چاہیے تھا کہ ہزار ہا انبیاء اور دوسرے مذاہب کے سب اوتار وغیرہ ایک ہی شخصیت تھے) کہتے ہیں: ''اُن دونوں اندرونی اور بیرونی عظیم الشان فتنوں کی اصلاح کے لیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساتھ ہی یہ بشارت ملی کہ ایک شخص آپ کی اُمّت میں سے مبعوث کیا جائے گا جو بیرونی فتنہ اور صلیبی مذہب کی حقیقت کو توڑ دینے والا ہے اور اسی لحاظ سے وہ مسیح ابنِ مریم ہوگا اور اندرونی تفرقوں اور بے راہ رویوں کو دور کر کے ہدایت کی سچی راہ پر قائم کرے گا، اس لیئے مہدی کہلائے گا''۔[۴۹] ''نیکی کے بھی دو بروز ہیں، اندرونی لحاظ سے مہدی اور بیرونی لحاظ سے مسیح ابنِ مریم...... مسیح اور مہدی دراصل ایک ہی شخص ہیں اور اس کے ہی دو نام ہیں جو اس کی دو مختلف حیثیتوں کو ظاہر کرتے ہیں جو دفعِ شر اور افاضۂ خیر ہیں''۔[۵۰]

''مؤرّخِ احمدیت'' دوست محمد شاہد لکھتے ہیں: ''مرزا صاحب نے ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو خدا تعالیٰ کے حکم سے جماعتِ احمدیہ کی بنیاد رکھی اور ۱۳۰۷ء میں خدا کے اذن سے مسیح موعود و مہدی معہود ہونے کا اعلان کیا''۔[۵۱] ۱۹۰۴ء میں فرقہ بابیہ بہائیہ کے حکیم مرزا محمود ایرانی لاہور آئے اور مرزا غلام احمد قادیانی سے بحث و مناظرہ کرنا چاہا تو روزنامہ ''پیسہ اخبار'' لاہور میں مرزا قادیانی کے بارے میں چھپا: ''گو آپ نے ساتھ مسیح موعود کے مہدی معہود ہونے کا دعویٰ کیا

ہے اور خود کو مہدی اصلی ہونے کے ساتھ مسیح کا صرف مثیل قرار دیا ہے مگر لوگ آپ کے ادّعائے مہدویت پر اتنی توجہ نہیں کرتے جتنی کہ مسیحیت پر کر رہے ہیں' درآنجائیکہ علما کے نزدیک مہدی آخرالزمان کی فضیلت مسیح موعود پر ثابت ہے''۔ ۵۲

مرزا بشیر الدین محمود احمد کہتے ہیں: ''حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام (؟) کا دعویٰ تھا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے خلق اللہ کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے مبعوث فرمایا ہے اور یہ کہ آپ وہی مسیح ہیں جن کا ذکر احادیث میں آتا ہے اور وہی مہدی ہیں جن کا وعدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دیا گیا ہے''۔ ۵۳ اس وقت کا مصلح مسیح موعود اور مہدی مسعود کے سوا اور کوئی نہیں اور یہ کہ چونکہ مسیح موعود ہونے کے مدّعی صرف بانی سلسلۂ احمدیہ ہیں' اس لیے ان کے دعویٰ کو رد کرنا گویا خدا تعالیٰ کی سُنّت کا ابطال' اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کی ہتک ہے''۔ ۵۴

مہدیٔ معہود ہونے کے مدّعی مرزا غلام احمد کہتے ہیں: ''میں یہ پیش گوئی کرتا ہوں کہ میرے بعد قیامت تک کوئی ایسا مہدی نہیں آئے گا جو جنگ اور خونریزی سے دنیا میں ہنگامہ برپا کرے اور خدا کی طرف سے ہو' اور نہ کوئی ایسا مسیح آئے گا جو کسی وقت آسمان سے اترے گا' ان دونوں سے ہاتھ دھولو...... جو شخص آنا تھا' وہ آچکا۔ وہ میں ہوں جس سے خدا کا وعدہ پورا ہوا''۔ ۵۵

امام حسین علیہ السلام سے افضل

مرزا صاحب کے ظلی اور بروزی نبی' پھر حقیقی نبی ہونے' مسیح موعود اور مہدیٔ معہود ہونے کا تفصیلی ذکر آچکا ہے۔ اب حضرتِ امام حسین علیہ السلام پر مرزا صاحب کی ''فضیلت'' کا احوال بھی سن لیں۔ مرزا صاحب کا مشہور شعر ہے:

کربلائیست سیر ہر آنم　　　صد حسین است در گریبانم

۵۶

مسلمانوں کے پیہم تعاقب کے باعث اب قادیانیوں نے اس کی تاویلات کرنا شروع کر دی ہیں: ''اس میں بانی سلسلۂ احمدیہ علیہ السلام (؟) نے لطیف پیرایہ میں اپنی مشکلات کا

ذکر فرمایا ہے...... شعر کا سادہ مفہوم یہ ہے کہ میں ہر آن کربلاؤں سے گزرتا ہوں اور حسین کی طرح سینکڑوں مشکلات میں گھرا ہوا ہوں''۔ ۵۷

آیئے! مرزا صاحب کے ''ارشادات'' کو جانچتے ہیں کہ آیا اُن کے نزدیک اس شعر کے یہی معنی ہیں جو اُن کے پیروکار بیان کر کے مسلمانوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں یا اُن کی مراد کچھ اور ہے۔ مرزا کہتے ہیں: ''افسوس! یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ قرآن نے تو امام حسین کو رتبہ ابنیت کا بھی نہیں دیا بلکہ نام تک مذکور نہیں ان سے تو زید ہی اچھا رہا جس کا نام قرآن شریف میں موجود ہے۔ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا کہنا قرآن پاک کی نصِّ صریح کے خلاف ہے جیسا کہ آیت ''مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ'' سے سمجھا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ حضرت امام حسین رجال میں سے تھے' عورتوں سے تو نہیں تھے۔ حق تو یہ ہے کہ اس آیت نے اُس تعلق کو جو امام حسین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بوجہ پسر دختر ہونے کے تھا' نہایت ہی ناچیز کر دیا ہے خدا نے اور اس کے پاک رسول نے بھی مسیح موعود کا نام نبی اور رسول رکھا ہے اور تمام خدا کے نبیوں نے اس کی تعریف کی ہے اور اس کو تمام انبیاء کے صفاتِ کاملہ کا مظہر ٹھہرایا ہے' اب سوچنے کا لائق ہے کہ امام حسین کو اس سے کیا نسبت ہے؟'' ۵۸ اس کے بعد قصیدۂ اعجازیہ جو مرزا صاحب کا خاص الہام ہے ۵۹ اس کے چند ارشاد ملاحظہ فرمایئے:

وقالوا علی الحسین فَضَّلَ نفسه　　　اقول نعم واللّٰه ربی سیظهر

اور انھوں نے کہا کہ اس شخص نے امام حسین سے اپنے تئیں اچھا سمجھا۔ میں کہتا ہوں کہ ہاں! اچھا سمجھتا ہوں اور میرا خدا عنقریب ظاہر کر دے گا۔

واما حسین فاذکروا دشتِ کربلا　　　الی هذه الایام تبکون فانظروا

اور مجھ میں اور تمھارے حسین میں بہت فرق ہے کیونکہ مجھے تو ہر ایک وقت خدا کی تائید اور مدد مل رہی ہے مگر حسینؓ پس تم دشتِ کربلا کو یاد کر لو اب تک تم روتے ہو۔

وانی قتیل الحب ولکن حسینکم　　　قتیل العدو فالفرق اجلی واظهر

اور میں محبت کا کشتہ ہوں لیکن تمھارا حسین دشمنوں کا کشتہ ہے' پس فرق کھلا کھلا اور ظاہر ہے۔ ۶۰

۸ جنوری ۱۹۰۴ء کو ریاست مالیر کوٹلہ کے مشیرِ اعلیٰ نے مرزا صاحب سے مختلف سوالات

کیئے۔ ایک سوال کے جواب میں مرزا صاحب نے کہا: ''میرے اس دعویٰ پر کہ میں امام حسین سے افضل ہوں' شور مچایا جاتا ہے لیکن اگر پوچھا جاوے کہ آنیوالا مسیح حسین سے افضل ہے یا نہیں تو اس کا کیا جواب ہے؟'' مشیرِ اعلیٰ نے پوچھا: ''پھر آپ کے نزدیک کیا ہے؟'' مرزا صاحب نے کہا: ''خدا تعالیٰ نے مجھے تو یہی بتایا ہے کہ میں افضل ہوں''۔[61]

''کربلائیست سیر ہر آنم'' والے شعر کی تشریح میں میاں بشیر الدین محمود احمد لکھتے ہیں:

''لوگ اس کے معنی یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام (؟) نے فرمایا: میں سو حسین کے برابر ہوں' لیکن میں کہتا ہوں: اس سے بڑھ کر اس کا مفہوم یہ ہے کہ سو حسین کی قربانی کے برابر میری ہر گھڑی کی قربانی ہے''۔[62]

''جماعتِ احمدیہ سے متعلق بعض سوالات کا جواب'' دینے والے منافقت مآب توجّہ فرمائیں کہ خود ان کے ''نبی صاحب'' کیا کہتے ہیں: ''وہ لوگ جو میری اس بات سے کہ میں امام حسین سے افضل ہوں' گھبراتے ہیں' بجائے اس کے مجھ پر اعتراض کریں' صاف طور پر میرے مقابلہ میں آئیں' میں اُن سے پوچھوں گا کہ جس جس قسم کے نشانات میں اپنی سچائی اور منجانب اللہ ہونے کے پیش کرتا ہے' اس قسم کے نشانات تم بھی پیش کرو اور پھر اسی قدر تعداد میں دکھاؤ' میں مرثیہ نہیں سنوں گا بلکہ نشانات کا مطالبہ کروں گا' جس کو حوصلہ ہے اور جو امام حسین کو سجدے کرتے ہیں' وہ ان کے خوارق اور نشانات کی فہرست پیش کریں اور دکھائیں کہ کس قدر لوگ ان واقعات کے گواہ ہیں' اس مقابلہ میں یقیناً یہ ماننا پڑے گا کہ واقعات میں قافیہ تنگ ہے۔ مبالغہ سے ایک بات کو پیش کر دینا اور ہے اور حقیقی طور سے واقعات کی بنا پر اسے ثابت کر دکھانا مشکل ہے''۔[63]

حواشی

(۱) عبدالقادر' سابق سوداگرمل' حیاتِ طیبہ' مسجد احمدیہ لاہور' ایڈیشن دوم۔ ۹۶۰۔ ص ۱

(۲) ایضاً۔ ص ۱۲

(۳) الیاس برنی' پروفیسر محمد' قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ' شیخ محمد اشرف تاجر کتب' لاہور' بار ششم' ۱۳۷۰ھ' ص ۸۲۲

(۴) غلام احمد قادیانی' مرزا۔ حقیقۃ الوحی۔ ص ۲۷

(۵) غلام احمد قادیانی' مرزا۔ ملفوظات جلد اوّل۔ ۳۴۲

(۶) ملفوظات' جلد پنجم۔ ص ۲۹۰

(۷) اسد اللہ قریشی' محمد (مرتّب) جماعتِ احمدیہ سے متعلق بعض سوالات کے جوابات' نظارتِ اصلاح وارشاد' ربوہ۔ ۱۹۷۳ء۔ ص ۱۹ (قادیانی اپنے آپ کو احمدی اور اپنی جماعت کو جماعت احمدیہ کہتے ہیں۔ وجہ تسمیہ متن میں بیان کی جا چکی)

(۸) دوست محمد شاہد۔ تاریخ احمدیت' جلد سوم۔ ادارۃ المصنفین' ربوہ۔ س ن۔ ص ۱۸۹

(۹) اشتہار ''ایک غلطی کا ازالہ'' مشمولہ الحکم قادیان۔ ۱۰ نومبر ۱۹۰۱ء۔ ص ۵۔ ۷

(۱۰) دوست محمد شاہد' تاریخ احمدیت' جلد سوم۔ ص ۱۹۲ (حاشیہ میں یہ وضاحت بھی ہے کہ پہلے ۱۹۰۰ء میں مولوی عبدالکریم اپنے خطباتِ جمعہ میں اس خیال کا اظہار کرتے رہے' ۱۷ اگست ۱۹۰۰ء کے خطبے میں مولوی صاحب نے مرزا صاحب کو مُرسل ثابت کیا اور ''لانفرق بین احد منہم'' والی آیت ان پر چسپاں کی' جسے مرزا صاحب نے پسند کیا)

(۱۱) بشیر الدین محمود احمد' میاں۔ حقیقۃ النبوۃ۔ ص ۱۲۱

(۱۲) الوصیّۃ۔ بحوالہ ''صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام'' تقریر از جلال الدین شمس' مجلسِ انصار اللہ مرکزیہ ربوہ۔ ایڈیشن چہارم۔ مئی ۱۹۸۳ء۔ ص ۱۰۴' ۱۰۵

(۱۳) غلام احمد قادیانی مرزا' ضمیمہ براہینِ احمدیہ' حصہ پنجم۔ طبع اوّل۔ ص ۱۸۱

(۱۴) غلام احمد قادیانی مرزا' ازالہ اوہام' جلد اوّل۔ تالیف ۱۸۹۱ء۔ ص ۱۳۸

(۱۵) چشمۂ معرفت ص ۳۲۴ (بحوالہ ''آیتِ خاتم النبیین اور جماعت احمدیہ کا مسلک'') مجلسِ انصار اللہ مرکزیہ ربوہ۔ س ن۔ ص ۷

(۱۶) الفضل قادیان۔ ۲۹ اپریل ۱۹۲۷ء۔ (جلد ۱۴۔ نمبر ۸۵)

(۱۷) غلام احمد قادیانی' مرزا۔ حقیقۃ الوحی۔ ص ۴۷

(۱۸) غلام احمد قادیانی' مرزا۔ کشتی نوح۔ ص ۲۴

(۱۹) غلام احمد قادیانی' مرزا۔ ملفوظات' جلد ششم۔ ص ۱۲۲

(۲۰) اخبار الفضل قادیان۔ ۲۶ جنوری ۱۹۱۶ء

(۲۱) غلام احمد قادیانی، مرزا۔ ضمیمہ چشمۂ معرفت۔ ص ۹

(۲۲) بشیر الدین محمود احمد، میاں۔ القول الفصل۔ ص ۱۲

(۲۳) غلام احمد قادیانی، مرزا۔ تریاق القلوب۔ ص ۱۴۷

(۲۴) معلوم ہوتا ہے مرزا صاحب حساب میں بھی کمزور تھے۔ ۴۰ برس کے تھے جب ان پر ''وحی'' آنا شروع ہوئی، ساٹھ برس سے کچھ زیادہ عمر کے ہوئے تو ''نبی'' بننے کی تیسویں سالگرہ کیسے ہوگئی؟

(۲۵) غلام احمد قادیانی، مرزا۔ دُرِّ ثمین (اردو مجموعہ کلام)۔ ص ۹۷

(۲۶) اخبار ''الفضل'' قادیان۔ ۱۴ مارچ ۱۹۴۶ء (جلد ۳۴۔ شمارہ ۶۲)

(۲۷) الفضل قادیان۔ ۷ دسمبر ۱۹۴۴ء

(۲۸) بشیر الدین محمود احمد، میاں۔ انوارِ خلافت۔ ص ۲۱

(۲۹) الفضل قادیان۔ ۱۹ اگست ۱۹۱۶ء (جلد ۴۔ شمارہ ۲۲)

(۳۰) دوست محمد شاہد (مؤلف) تاریخِ احمدیت، جلد سوم۔ ادارۃ المصنفین، ربوہ۔ ص ۱۶۱

(۳۱) غلام احمد قادیانی، مرزا۔ تبلیغ رسالت، جلد نہم۔ ص ۹۱

(۳۲) بدر ۳ نومبر ۱۹۰۵ء، بحوالہ تاریخ احمدیت جلد سوم۔ ص ۱۴۱

(۳۳) الفضل قادیان۔ ۲۷ فروری ۱۹۲۷ء۔ جلد ۱۴۔ شمارہ ۶۸

(۳۴) غلام احمد قادیانی، مرزا۔ چشمۂ معرفت۔ ص ۲۰۹

(۳۵) جماعتِ احمدیہ سے متعلق بعض سوالات کے جوابات۔ ص ۳۹

(۳۶) غلام جیلانی برق، ڈاکٹر۔ حرفِ محرمانہ۔ طابع علمی پرنٹنگ پریس، لاہور۔ بار اوّل۔ ۱۹۵۴ء۔ ص ۳۲۴، ۳۲۵

(۳۷) غلام احمد قادیانی، مرزا۔ حقیقۃ الوحی۔ ص ۱۰۲

(۳۸) براہین بحوالہ حقیقۃ الوحی۔ ۳۰۳ (حاشیہ میں لکھا ہے: ''چونکہ یہ غیر زبان میں الہام ہے اور الہامِ الٰہی میں ایک سُرعت ہوتی ہے اس لیے ممکن ہے کہ بعض الفاظ کے ادا کرنے میں کچھ فرق ہو اور یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بعض جگہ خدا تعالیٰ انسانی محاورات کا پابند نہیں ہوتا''۔ حقیقۃ الوحی۔ ص ۳۰۴)

(۳۹) تجلیاتِ الٰہیہ۔ ص ۳ (بحوالہ ہماری ہجرت اور قیامِ پاکستان۔ سیّد زین العابدین ولی اللہ شاہ کی سالانہ جلسہ، اپریل ۱۹۴۹ء میں تقریر، دار التجلید، لاہور۔ ص ۲۷)

(۴۰) عبدالقادر (سابق سوداگرمل) حیاتِ طیبہ۔ ۹۸

(۴۱) تاریخِ احمدیت، جلد سوم۔ ص ۵۴۶

(۴۲) غلام احمد قادیانی، مرزا۔ تتمہ حقیقۃ الوحی۔ ص ۶۴

(۴۳) اسد اللہ قریشی، محمد۔ جماعتِ احمدیہ سے متعلق بعض سوالات کے جوابات۔ ص ۴۲

(۴۴) غلام احمد قادیانی، مرزا۔ تتمہ حقیقۃ الوحی۔ ص ۸۵

(۴۵) مرزا صاحب تو کہہ رہے ہیں کہ مہدی ایک ہی ہونا تھا، وہ خود اُن کی صورت میں ہوگیا۔ لیکن ''طنبورۂ مرزا'' کچھ اور کہتا ہے، ان کے بیٹے اور ''خلیفۂ دوم'' مرزا بشیر الدین محمود احمد کہتے ہیں: ''رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں سے پتہ چلتا ہے کہ آئندہ بھی کئی تغیّرات ہوں گے۔ مہدی کے متعلق جو پیشگوئیاں ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی مہدی ہوں گے، ان مہدیوں میں سے ایک مہدی تو خود حضرت مرزا صاحب ہیں اور آئندہ بھی کئی مہدی آسکتے ہیں''۔ (اخبار الفضل قادیان۔ ۲۷ جنوری ۱۹۲۷ء)

(۴۶) سیرت المہدی۔ حصہ سوم۔ ص ۱۶۹، ۱۷۰ (بحوالہ تاریخِ احمدیت، جلد سوم۔ ص ۲۷۶۔ ۲۷۷)

(۴۷) غلام احمد قادیانی، مرزا۔ ملفوظات، جلد ششم۔ ص ۴۲۳

(۴۸) جماعتِ احمدیہ سے متعلق بعض سوالات کے جوابات۔ ص ۴۳

(۴۹) ملفوظات، جلد اوّل۔ ص ۴۴۵

(۵۰) ملفوظات۔ جلد اوّل۔ ص ۴۵۱۔ ۴۵۵

(۵۱) دوست محمد شاہد۔ چودھویں صدی کی غیر معمولی اہمیّت۔ احمد اکیڈمی، ربوہ۔ ۱۹۸۱ء۔ ص ۴۷، ۷۵

(۵۲) روزنامہ پیسہ اخبار، لاہور۔ ۱۷ اگست ۱۹۰۴ء (بحوالہ جواب لیکچر جناب قادیانی) بہائی پبلشنگ کمیٹی نیو دہلی۔ چوتھا ایڈیشن ۱۹۴۶ء۔ ص ۱۳، ۱۴

(۵۳) مرزا بشیر الدین محمود احمد۔ دعوت الامیر۔ الشرکۃ الاسلامیہ رجسٹرڈ۔ ربوہ۔ ص ۴۸

(۵۴) دعوت الامیر۔ ص ۹۹
(۵۵) غلام احمد قادیانی، مرزا۔ مجموعۂ اشتہارات۔ جلد سوم۔ ص ۵۲۰
(۵۶) غلام احمد قادیانی، مرزا۔ دُرِّ ثمین (مجموعہ کلام) ص ۲۸۷
(۵۷) جماعتِ احمدیہ سے متعلق بعض سوالات کے جوابات۔ ص ۳۲
(۵۸) غلام احمد قادیانی، مرزا۔ نزول المسیح۔ ص ۴۵ تا ۵۰
(۵۹) برنی، پروفیسر محمد الیاس، قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ۔ ص ۸۷۹
(۶۰) غلام احمد قادیانی، مرزا۔ اعجازِ احمدی۔ ص ۵۲، ۶۹، ۸۱
(۶۱) ملفوظات، جلد ششم۔ ص ۲۸۳
(۶۲) اخبار الفضل قادیان۔ ۲۶ جنوری ۱۹۴۶ء (خلیفۂ قادیان کا خطبۂ جمعہ)
(۶۳) غلام احمد قادیانی، مرزا۔ ملفوظات، جلد ششم۔ ص ۳۰۲

☆......☆......☆

(یہ مقالہ پہلے سہ ماہی ''توحید'' قم (ایران) میں چھپا۔ بعد میں بزمِ فیضانِ باہوؒ ''میاں میر کالونی' لاہور نے کتابچے کی شکل میں چھاپ کر مفت تقسیم کیا)

مرزا قادیانی کیا کیا تھے؟

—— دعوے ہی دعوے ——

ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السّلام سے حضور خاتم النبیین محمدؐ رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک جتنے انبیاء و رُسُل (علیہم السلام) خالق و مالک حقیقی جلّ جلالہٗ نے بھیجے ان میں کوئی صفی اللہ تھا، کوئی روح اللہ، کوئی کلیم اللہ تھا تو آخر میں حبیبؐ اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آئے۔

لیکن مرزا غلام احمد قادیانی کے ''خدا'' نے اس پر ایسے ایسے ''الہام'' نازل کیے کہ وہ دعوں پر دعوے کرتا چلا گیا۔ دعوے اتنے تھے اور اتنے متنوع کہ مرزا کے ہوش پرّاں رہے۔ وہ دعاوی کے ''صراطِ غیر راست'' پر یوں بگٹٹ دوڑا کہ

نے ہاتھ باگ پر تھا، نہ پا تھا رکاب میں

اس کے بعد اس کے ضرورت مند عقیدت مندوں نے بھی اپنی سی کی لیکن ان میں سے کچھ نے اہلِ اسلام کو دھوکا دینے کی کوشش میں اسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرزند جلیل اور فنافی الرسول لکھتے ہوئے اس کی بدتمیزیوں کو چھپانا چاہا۔

بہر حال، ہم ان دعاوی کو انھی کے الفاظ میں یکجا کرتے ہوئے قارئینِ کرام کو مرزا صاحب کی ذہنی کیفیت کے مثبت یا منفی رویوں کے بارے میں کسی نتیجے پر پہنچنے کی دعوت دیتے ہیں۔

فنافی الرسول

ناظرِ اصلاح و ارشاد، صدر انجمن احمدیہ ربوہ کے سولہ صفحی کتابچے ''ہمارا موقف'' میں ''ایک غلطی کا ازالہ'' کے حوالے سے مرزا کی یہ تحریر نقل کی گئی ہے: ''نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرتِ صدیقی کی کھلی ہے یعنی فنافی الرسول کی''۔(۱)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محبوب ترین فرزندِ جلیل

''مؤرخ احمدیت'' دوست محمد شاہد لکھتے ہیں: ''مہدیٔ موعود (یعنی مرزا صاحب) چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب ترین فرزند جلیل ہیں' اس لیے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہدیٔ موعود کی تکفیر کے بارے میں اشارہ ہی نہیں فرمایا بلکہ اسے اپنا سلام بھی پہنچایا''۔(۲)

غیر تشریعی اُمّتی نبی

''ہمارا موقف'' میں ہے: ''سلفِ صالحین اس بات کے قائل تھے کہ اُمّت میں غیر تشریعی اُمّتی نبی آ سکتا ہے اور اس کا آنا ختمِ نبوت کے منافی نہیں''۔(۳)

بُروزی نبی

مرزا کی تصنیف ''کشتیِ نوح'' میں ہے: ''خدا ایک اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا نبی ہے۔ اور وہ خاتم الانبیاء ہے اور سب سے بڑھ کر ہے۔ اب بعد اس کے' کوئی نبی نہیں مگر وہی جس پر بُروزی طور پر محمدیّت کی چادر پہنائی گئی' کیونکہ خادم اپنے مخدوم سے جُدا نہیں اور نہ شاخ اپنی بیخ سے جدا ہے''۔(۴)

یکم مئی ۱۹۰۳ء کو ''دربارِ شام'' کی بات چیت میں اس موضوع پر مرزا صاحب نے کہا: ''اگر کوئی غیر شخص آ جاوے تو غیرت ہوتی ہے لیکن جب وہ خود ہی آوے تو پھر غیرت کیسی؟ اس کی مثال ایسی ہے کہ اگر ایک شخص آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھے اور پاس اس کی بیوی بھی موجود ہو تو کیا اس کی بیوی آئینہ والی تصویر کو دیکھ کر پردہ کرے گی...... یہی حالت مسیح موعود کی آمد کی ہے' وہ کوئی غیر نہیں اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا ہے اور کسی نئی تعلیم یا شریعت کو لے کر آنے والا نہیں ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا بُروز اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی آمد ہے''۔(۵)

۲۱ اگست ۱۹۰۳ء کو ''بروزِ محمدی وعیسوی'' کے عنوان سے مرزا صاحب نے کہا: ''جیسے شیشہ میں انسان کی شکل نظر آتی ہے حالانکہ وہ شکل بذاتِ خود الگ قائم ہوتی ہے' اس کا نام بُروز ہے''۔(۶)

ظلّی نبی

ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم میں کہا گیا: ''ایسا شخص جو ایک طرف اس کو خدا تعالیٰ اس کی وحی میں اُمّتی بھی قرار دیتا ہے' پھر دوسری طرف اس کا نام نبی بھی رکھتا ہے' یہ دعویٰ قرآن شریف کے احکام کے مخالف نہیں ہے کیونکہ یہ نبوت بباعث اُمّتی ہونے کے' دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا ایک ظل ہے' کوئی مستقل نبوت نہیں''۔(۷)

''آیتِ خاتم النبیین اور جماعتِ احمدیہ کا مسلک'' میں ''چشمۂ معرفت'' (ص ۳۲۴) کے حوالے سے لکھا گیا: ''وہ نبوت جو اس (رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی کامل پیروی سے ملتی ہے اور جو اس کے چراغ میں سے نور لیتی ہے' وہ ختم نہیں کیونکہ وہ محمدی نبوت ہے یعنی اس کا ظل ہے اور اسی کے ذریعے سے ہے اور اسی کا مظہر ہے اور اسی سے فیض یاب ہے''۔(۸)

قادیانیوں نے اس ''ظلّی نبوت'' کا درجہ سب سے بڑا بتایا۔ ''حضرت مسیح موعود علیہ السلام (؟) نبی تھے۔ آپ کا درجہ مقام کے لحاظ سے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شاگرد اور آپ کا ظل ہونے کا ہے۔ دیگر انبیاء علیہم السلام میں سے بہتوں سے آپ بڑے تھے۔ ممکن ہے' سب سے بڑے ہوں''۔(۹)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کو ظاہر کرنے والا

میرزا محمود احمد' امام جماعت احمدیہ' قادیان نے ''ندائے ایمان'' کے عنوان سے مرزا صاحب کی نبوت کے ضمن میں لکھا: ''جب خدا تعالیٰ کے نور کو ظاہر کرنے کے لیے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی ضرورت ہوئی تو کیوں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کے ظہور کے لیے آپ کے کسی فیض یافتہ کی ضرورت نہیں ہو سکتی''۔(۱۰)

برگزیدہ رسول

''تجلیاتِ الٰہیہ'' میں خود مرزا صاحب لکھتے ہیں: ''کھلا کھلا غیب صرف برگزیدہ رسول کو عطا کیا جاتا ہے' غیر کو اس میں حصہ نہیں' سو ہماری جماعت کو چاہیے جو ٹھوکر نہ کھاویں اور غیروں کو جو میرے مقابل پر ہیں اور میری بیعت کرنے والوں میں داخل نہیں ہیں' کچھ بھی چیز نہ سمجھیں''۔(۱۱)

نبی کا قائم مقام

''دافع الوساوس'' میں مرزا صاحب نے لکھا: ''سچا خدا...... ہر ایک صدی کے سر پر...... ایک قائم مقام نبی کا پیدا کر دیتا ہے جس کے آئینۂ فطرت میں نبی کی شکل ظاہر ہوتی ہے''۔(۱۲)

عینِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

''آپ (مرزا صاحب) جب بروز کی رنگت میں جلوہ نما ہوتے تو فرماتے: من فرق بینی المصطفٰی فما عرفنی وما رای۔ کہ جو مجھ پر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ذرا بھی فرق کرتا ہے اس نے نہ مجھے دیکھا اور نہ مجھے پہچانا''۔(۱۳)

کہتے ہیں: ''کتنی شاندار صداقت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام (؟) کا آنا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آنا ہے اور آپ کے بعد خلیفۂ اول یعنی حضرت مولوی نور الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (؟) کا وجود رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلیفۂ اول یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وجود ہے''۔(۱۴)

آدم علیہ السلام کے رنگ پر پیدائش

۲ نومبر ۱۹۰۴ء کو مرزا صاحب نے سیالکوٹ میں ''اسلام'' کے عنوان سے جو ''لیکچر'' دیا اس میں کہا: ''آدم علیہ السلام چھٹے دن جمعہ کی آخیر ساعت میں پیدا ہوا اور چونکہ خدا کا ایک دن دنیا کے ہزار سال کے برابر ہے اس مشابہت سے خدا نے مسیح موعود کو ششم ہزار کے آخیر میں پیدا کیا۔ گویا وہ بھی دن کی آخری گھڑی ہے۔ اور چونکہ اول اور آخر میں ایک نسبت ہوتی ہے اس لیے مسیح موعود کو خدا نے آدم علیہ السلام کے رنگ پر پیدا کیا''۔(۱۵)

آدم علیہ السلام خود

''حقیقۃ الوحی'' میں ہے: ''خدا تعالیٰ نے میرا نام آدم رکھا اور یہ ایک پیشگوئی ہے جو اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ جیسا کہ فرشتوں نے آدم کی عیب جوئی کی تھی اور اس کو رد کر دیا تھا...... چنانچہ میرے مخالف علما اور ان کے ہم جنسوں نے عیب جوئی میں کمی نہ کی اور تباہ کرنے کے لیے کوئی دقیقہ مکر کا اٹھا نہیں رکھا مگر آخر کار خدا نے مجھے غالب کیا اور خدا بس نہیں کرے گا جب تک جھوٹ کو اپنے پیروں کے نیچے نہ کچلے''۔(۱۶)

''ازالۂ اوہام'' میں بھی ہے: ''اور اس عاجز کو خدا تعالیٰ نے آدم مقرر کر کے بھیجا''۔(۱۷)

نوح علیہ السلام بھی یہی

مرزا صاحب نے ۸ فروری ۱۹۰۴ء کو صبح کی سیر کے دوران کہا: ''خدا تعالیٰ نے میرا نام بھی نوح رکھا ہے اور وہی الہام جو کشتی کا نوح علیہ السلام کو ہوا تھا یہاں بھی ہوا ہے''۔(۱۸)

ابراہیم علیہ السلام بھی

''تریاق القلوب'' میں ہے: ''الہام میں بار بار اس عاجز کا نام ابراہیم رکھا گیا ہے''۔(۱۹)

یُوسف علیہ السلام بھی

''براہینِ احمدیہ حصہ پنجم'' کے باب دوم ''نصرۃ الحق'' میں کہا گیا: ''وہ جو عالم الغیب ہے وہ پچیس سال پہلے اس زمانہ سے مجھے یوسف قرار دے کر اس کے واقعات میرے پر منطبق کرتا ہے''۔(۲۰)

سلیمان علیہ السلام بھی

''دافع البلاء'' میں مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ ''داؤد نے نبی ہو کر ایک فیصلہ دینے میں غلطی کی اور خدا نے سلیمان اس کے بیٹے کو سچے فیصلہ کا طریق سمجھا دیا۔ سو یہ سلمان جو مسیح موعود بنایا گیا ہے اسی طرح تمھارے بزرگوں کے مقابلہ پر حق بجانب ہے جس طرح سلیمان نبی اس فیصلہ میں اپنے باپ داؤد کے مقابل پر حق بجانب تھا''۔(۲۰ الف)

احمد مسیح

عبداللطیف نے اپنے مضمون ''موجودہ زمانہ کے متعلق عظیم الشان پیشگوئی'' کا اختتام یوں کیا...... ''مگر کیا وہ یوم الخروج میں منادی کرنے والا منادِ اور الیوم الموعود میں آنے والا مشہود اور حضرت عیسیٰ کے بتلائے ہوئے نام والا احمد مسیح اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہم نام و مسمّٰی ''مہدی'' آیا؟ نہیں نہیں! بلکہ میں بڑے زور سے منادی کرتا ہوں کہ بے شک

وہ موعود آیا اور ٹھیک وعدہ کے مطابق وہ معہود رسول ہندوستان کے خطۂ پنجاب بستی قادیان میں مبعوث ہوا''۔ (۲۱)

مسیحِ موعود

مرزا صاحب کے سوانح نگار عبدالقادر (سابق سوداگرمل) نے ''حیاتِ طیبہ'' میں لکھا: ''۱۸۹۰ء کے اواخر میں اللہ تعالیٰ نے آپ (مرزا صاحب) پر اس امر کا انکشاف فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس مسیح ابنِ مریم کے آنے کی خبر دی تھی، وہ تو ہی ہے''۔ (۲۲)

''کشتیِ نوح'' میں مرزا صاحب رقم طراز ہیں: ''یہ برگزیدہ نبی (حضور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمیشہ کے لیے زندہ ہے اور اس کے ہمیشہ زندہ رہنے کے لیے خدا نے یہ بنیاد ڈالی ہے کہ اس کے افاضہ تشریعی اور روحانی کو قیامت تک جاری رکھا اور آخر کار اس کی روحانی فیض رسانی سے اس مسیح موعود کو دنیا میں بھیجا جس کا آنا اسلامی عمارت کی تکمیل کے لیے ضروری تھا''۔

صفحہ ۲۴ پر ہے: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسیح موعود میری قبر میں دفن ہوگا، یعنی وہ میں ہی ہوں اور اس میں دورنگی نہیں آئی''۔ صفحہ ۲۹، ۳۰ پر نظر آتا ہے کہ ''تمام دنیا کا وہی خدا ہے جس نے میرے پر وحی نازل کی، جس نے میرے لیے زبردست نشان دکھائے، جس نے مجھے اس زمانہ کے لیے مسیح موعود کر کے بھیجا، اس کے سوا کوئی خدا نہیں، نہ آسمان میں، نہ زمین میں''۔ (۲۳)

''حقیقۃ الوحی'' میں ہے: ''اس کے اس بارہ میں بارش کی طرح وحیِ الٰہی نازل ہوئی کہ وہ مسیح موعود جو آنے والا تھا، تو ہی ہے''۔ (۲۴)

مرزا صاحب کے بیٹے اور دوسرے ''خلیفہ'' میرزا بشیر الدین محمود احمد نے قرار دیا: ''رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت سے ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت کا مصلح مسیح موعود اور مہدیٔ مسعود کے سوا اور کوئی نہیں اور یہ کہ چونکہ مسیح موعود ہونے کے مدّعی صرف بانیٔ سلسلۂ احمدیہ ہیں، اس لیے ان کے دعویٰ کو ردّ کرنا گویا خدا تعالیٰ کی سُنّت کا ابطال اور رسولِ کریم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کے اقوال کی ہتک ہے''۔ (۲۵)

مسیحائے زماں

مجلس خدّام الاحمدیہ، لاہور کے سووینیر ۲'' (۱۹۶۶ء) میں شیخ روشن دین تنویر مدیر روزنامہ ''الفضل'' ربوہ کی نظم کا ایک شعر ہے:

بجلی ہے جو رگ رگ میں تو طوفان لہو میں
ہم لوگ غلامانِ مسیحائے زماں ہیں

''الفضل'' ۲۴ جنوری ۱۹۶۱ء سے مصلح الدین احمد راجیکی کی ایک نظم سووینئر میں شامل کی گئی، جس کا آخری شعر یہ ہے:

وہ مہدیٔ دوراں تمنائے ملت
مسیحِ زماں احمدِ قادیانی (۲۶)

مثیلِ مسیح

''آئینہ کمالاتِ اسلام'' کے مقدمہ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں: ''ان رسالوں (فتحِ اسلام، توضیحِ مرام اور ازالۂ اوہام) میں حسبِ ایما اور الہام اور القاءِ ربانی اس مرتبہ مثیلِ مسیح ہونے کا ذکر بھی تھا جو اس عاجز کو عطا کیا گیا''۔ (۲۷) ''شہادۃ القرآن علیٰ نزول المسیح الموعود فی آخرالزمان'' میں مرزا صاحب کی ''دلیل'' ہے کہ ''آسمانی نشان وہ چیز ہے جس سے بڑی بڑی نبوتیں ثابت ہوگئی ہیں، رسالتیں ثابت ہوگئی ہیں، کتابوں کا خدا تعالیٰ کا کلام ہونا ثابت ہوگیا ہے، پھر ان کے ذریعہ سے مثیلِ مسیح ہونا کیوں ثابت نہ ہوسکے''۔ (۲۸)

مسیح سے بڑھ کر...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کھُلی کھُلی توہین

''شہادۃ القرآن'' میں مرزا صاحب نے یہ بھی کہا: ''ہمارے کم توجّہ علما کی یہ غلطی ہے کہ ان (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کی نسبت وہ گمان کرتے ہیں کہ گویا وہ بھی خالق العالمین کی طرح کسی جانور کا قالب تیار کر کے پھر اس میں پھونک مارتے تھے اور وہ زندہ ہو کر اُڑ جاتا اور مُردہ پر ہاتھ رکھتے تھے اور وہ زندہ ہو کر چلنے پھرنے لگتا تھا اور غیب دانی کی بھی ان میں طاقت تھی اور اب تک مَرے بھی نہیں، مع جسم آسمان پر موجود ہیں''۔ (۲۹)

’’دافع البلاء ومعیار اہل الاصطفاء‘‘ میں انھوں نے دعویٰ کیا: ’’اس مسیح کے مقابل پر جس کا نام خدا رکھا گیا‘ خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اُس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اُس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا‘‘۔(۳۰)

اسی کتاب میں یہ شعر بھی ہے‘ جو بعد میں ’’دُرِثمین‘‘ میں بھی چھپا:

ابنِ مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے (۳۱)

۲۵ مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا صاحب نے جو آخری تقریر فرمائی‘ اُسے دوست محمد شاہد نے ’’بدر‘‘ اور ’’الحکم‘‘ کے حوالے سے ’’تحریکِ احمدیت‘‘ میں نقل کیا ہے۔ کہا کہ ’’عیسیٰ کو مرنے دو کہ اس میں اسلام کی حیات ہے۔ ایسا ہی عیسیٰ موسوی کی بجائے عیسیٰ محمدی آنے دو کہ اس میں اسلام کی عظمت ہے‘‘۔(۳۲)

مریم بھی‘ عیسیٰ بھی

’’براہینِ احمدیہ‘‘ کے حوالے سے ’’کشتیٔ نوح‘‘ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں: ’’اس (خدا) نے ’’براہینِ احمدیہ‘‘ کے تیسرے حصہ میں میرا نام مریم رکھا‘ پھر جیسا کہ ’’براہینِ احمدیہ‘‘ سے ظاہر ہے‘ دو برس تک صفتِ مریمیت میں‘ میں نے پرورش پائی اور پردے میں نشوونما پاتا رہا۔ پھر جب اس پر دو برس گزر گئے تو جیسا کہ ’’براہینِ احمدیہ‘‘ کے حصہ چہارم صفحہ ۴۹۶ میں درج ہے۔ مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینہ کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں‘ بذریعہ اس الہام کے جو سب سے آخر میں ’’براہینِ احمدیہ‘‘ کے حصہ چہارم صفحہ ۵۵۶ میں درج ہے‘ مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ پس اس طور سے میں ابنِ مریم ٹھہرا‘‘۔(۳۳)

’’براہینِ احمدیہ‘‘ حصہ پنجم میں انھوں نے اپنی مریمیت اور مسیحیت کو مزید تفصیل سے بیان کیا ہے۔(۳۴)

مامور اور مبشّر

’’برکات الدعاء‘‘ میں مرزا صاحب نے سر سیّد احمد خاں کے ردّ میں بات کرتے ہوئے

دعویٰ کیا: ’’میں مامور ہوں اور مبشّر ہوں‘‘۔(۳۵)

سچّا ماموُر من اللہ

مرزا صاحب نے ۲ نومبر ۱۹۰۴ء کو سیالکوٹ میں ’’اسلام‘‘ کے عنوان سے جو لیکچر دیا اس میں ’’مامور من اللہ‘‘ کی تین نشانیاں گنوا کر اپنے آپ کو ’’سچا مامور من اللہ‘‘ قرار دیا۔(۳۶) ۸ جنوری ۱۹۰۴ء کو اسی حوالے سے جو طویل گفتگو کی گئی‘ وہ ’’ملفوظات‘‘ میں الحکم اور بدر کے حوالے سے ’’مامور من اللہ کی شناخت کے معیار‘‘ کے عنوان سے تیرہ صفحات پر درج ہیں۔(۳۷)

انبیاءِ سابقہ کا عین

پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے آپ کو آدم‘ نوح‘ یوسفؑ‘ ابراہیم قرار دیا۔ لیکن یہیں تک محدود نہیں رہے۔ لکھتے ہیں: ’’اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ نے میرا نام عیسیٰ ہی نہیں رکھا بلکہ ابتدا سے انتہا تک جس قدر انبیاء علیہم السلام کے نام تھے‘ وہ سب میرے نام رکھ دیئے ہیں‘ چنانچہ ’’براہینِ احمدیہ‘‘ حصصِ سابقہ میں میرا نام آدم رکھا ہے......اسی طرح براہینِ احمدیہ کے حصصِ سابقہ میں خدا تعالیٰ نے میرا نام نوح بھی رکھا ہے ......اسی طرح میرا نام ابراہیم بھی رکھا گیا ہے...... میرا نام یوسف بھی رکھا گیا ہے اور مشابہت کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے......ایسا ہی میرا نام موسیٰ رکھا گیا......اسی طرح میرا نام داؤد بھی رکھا......خدا تعالیٰ نے میرا نام سلیمان بھی رکھا......خدا تعالیٰ نے میرا نام احمد اور محمد بھی رکھا ......اور ہندوؤں میں جو ایک نبی گزرا ہے جس کا نام کرشن تھا‘ وہ بھی اس میں داخل ہے......اسی طرح خدا تعالیٰ نے میرا نام ذُوالقرنین بھی رکھا......‘‘۔(۳۸)

مرزا صاحب کی طویل نظم کا ایک شعر ہے:

میں کبھی آدم‘ کبھی موسیٰ‘ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں‘ نسلیں ہیں میری بے شمار (۳۹)

مہدیٔ موعود

دوست محمد شاہد نے ’’سیرت المہدی‘‘ (حصہ سوم ص ۱۶۹‘ ۱۷۰) کے حوالے سے لکھا ہے کہ مرزا صاحب نے ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو ضلع کچہری جہلم کے باہر ایک تقریر میں کہا کہ

''مسلمانوں کے تمام فرقے مہدی کے منتظر ہیں مگر مہدی نے تو بہر حال ایک شخص ہی ہونا تھا اور وہ میں ہوں...... مہدی کا نام حکم عدل ہے' وہ تو سب فرقوں کا صحیح فیصلہ کرے گا' جس کی غلطی ہوگی اس کو بتائے گا' تب وہ سچا ہوگا''۔ (۴۰)

اس طرح یہ مسیح موعود ہی نہیں' مہدیٔ موعود بھی بنے۔

جلال الدین شمس نے اپنی ایک تقریر (بر موقع جلسہ سالانہ جماعتِ احمدیہ ۱۹۶۴ء) میں یہ کہتے ہوئے کہ ''انیسویں صدی کے اواخر میں جب حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام (؟) نے مسیحیت اور مہدویت کا دعویٰ فرمایا'' مرزا صاحب کی ایک تحریر (روحانی خزائن۔ جلد ۱۴۔ صفحہ ۳۹۴) کا حوالہ دیا کہ ''سو آنے والے کا نام جو مہدی رکھا گیا' سو اس میں یہ اشارہ ہے کہ وہ آنے والا علمِ دین خدا سے ہی حاصل کرے گا اور قرآن اور حدیث میں کسی استاد کا شاگرد نہیں ہوگا' سو میں حلفاً کہہ سکتا ہوں' میرا یہی حال ہے''۔ (۴۱)

مہدیٔ مسعود

دوست محمد شاہد نے مرزا صاحب کو مہدیٔ موعود کے ساتھ مہدیٔ مسعود بھی لکھا: ''حضرت بانیٔ جماعتِ احمدیہ مسیحِ موعود مہدیٔ موعود و مہدیٔ مسعود علیہ السلام (؟) نے جون ۱۸۹۲ء میں ''نشانِ آسمانی'' کے نام سے ایک معرکتہ الآراء کتاب تصنیف فرمائی......''۔ (۴۲)

میرزا بشیر الدین محمود احمد نے بھی لکھا: ''رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت سے ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت کا مصلحِ مسیحِ موعود اور مہدیٔ مسعود کے سوا اور کوئی نہیں''۔ (۴۳)

احمد مسیح مہدی

''ریویو آف ریلیجنز'' میں عبداللطیف' خانپور نے اپنے مضمون کے آخر میں لکھا: ''کیا وہ یوم الخروج میں منادی کرنے والا المناد اور الیوم الموعود میں آنے والا المشہود اور حضرت عیسیٰؑ کے بتلائے ہوئے نام والا احمد مسیح اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم نام و مسمّٰی ''مہدی'' نہ آیا؟ نہیں نہیں! بلکہ میں بڑے زور سے منادی کرتا ہوں کہ بے شک وہ موعود آیا اور ٹھیک وعدہ کے مطابق وہ معہود رسول ہندوستان کے خطۂ پنجاب بستی قادیان میں مبعوث ہوا''۔ (۴۴)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بروز مہدیٔ موعود

انھی عبداللطیف نے اپنا ایک مضمون لکھا' جس کا عنوان یہ تھا: ''آخری زمانہ میں چار طرق تعلیم کی عالمگیر اشاعت اور اس کے لیے آنحضرت صلعم کا بروز مہدیٔ موعود کی بعثت کی بشارت''۔ (۴۵)

خود مرزا صاحب نے اپنے ۱۹ اپریل ۱۹۰۴ء کے ملفوظ میں امام مہدی کی تنقیص اور اپنی تعریف میں کہا: ''جس مہدی کو لوگ مانتے ہیں' وہ شکّی ہے اور اس کی نسبت احادیث میں بہت تعارض ہے لیکن ہمارا دعویٰ اس مہدی کا ہے' جس کی نسبت کوئی شک نہیں''۔ (۴۶)

مجدّدِ وقت

عبدالقادر (سابق سوداگرمل) نے مرزا صاحب کی زندگی پر کتاب لکھی۔ اس میں ہے کہ ۱۸۸۵ء کے شروع میں مرزا صاحب نے اپنے دعویٰ پر مشتمل ایک اشتہار انگریزی اور اُردو دونوں زبانوں میں شائع کیا۔ اس میں کہا: ''مصنف کو اس بات کا بھی علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدّدِ وقت ہے اور روحانی طور پر اس کے کمالات مسیح ابنِ مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں''۔ (۴۷)

مجدّدِ صدی بھی' مجدّدِ الفِ آخر بھی' امامِ آخرالزمان بھی

مرزا صاحب نے شعبان ۱۳۲۲ھ مطابق نومبر ۱۹۰۴ء میں ''مجدّدِ الفِ آخر'' ہونے کا دعویٰ کیا: ''چونکہ یہ آخری ہزار ہے' اس لیے ضرور تھا کہ امامِ آخرالزمان اس کے سر پر پیدا ہو' اس کے بعد کوئی امام نہیں اور نہ کوئی مسیح۔ مگر وہ جو اس کے لیے بطور ظل کے ہو...... اور یہ امام جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مسیح موعود کہلاتا ہے' وہ مجددِ صدی بھی ہے اور مجددِ الفِ آخر بھی''۔ (۴۸)

''ریویو آف ریلیجنز'' میں بھی قاضی محمد ظہور الدین اکمل (ایڈیٹر) نے لکھا کہ ''حضرت مسیح موعود مجددِ الفِ آخر کے زمانے میں خدا تعالیٰ نے ہر صدی کا سر جمع کر دیا''۔ (۴۹)

محدّث

مرزا صاحب نے سوچا کہ یہ ٹائٹل بھی اپنا لیں' چنانچہ محدث کی تعریف میں لکھا: ''محدث وہ لوگ ہیں جو شرفِ مکالمۂ الٰہی سے مشرّف ہوتے ہیں اور ان کا جوہرِ نفس انبیاء کے جوہرِ نفس سے اشد مشابہت رکھتا ہے اور وہ خواصِ عجیبۂ نبوت کے لیے بطور آیاتِ باقیہ کے ہوتے ہیں تا بہ دقیق مسئلہ نزولِ وحی کا کسی زمانہ میں بے ثبوت ہو کر صرف بطور قصہ کے نہ ہو جائے اور یہ خیال

ہرگز درست نہیں کہ انبیاء علیہم السلام دنیا سے بے وارث ہی گزر گئے...... بلکہ ہر ایک صدی میں ضرورت کے وقت ان کے وارث پیدا ہوتے رہے ہیں' اور اس صدی میں یہ عاجز ہے' خدا تعالیٰ نے مجھ کو اس زمانہ کی اصلاح کے لیے بھیجا ہے''۔(۵۰)

کرشن

دعاوی کے ایک سلسلے میں پہلے بھی ذکر آچکا ہے کہ مرزا صاحب نے خود کو کرشن بھی فرمایا۔ ۹ مارچ ۱۹۰۳ء میں کہا کہ'' ہر ایک فرقہ میں نذیر آیا ہے جیسے قرآن سے ثابت ہے' اسی لیے رام چندر اور کرشن وغیرہ اپنے زمانہ کے نبی وغیرہ ہوں گے''۔(۵۱)

جس طرح مرزا صاحب کی نثری تحریروں میں ان کا یعقوب ہونے کا دعویٰ میری نظر سے نہیں گزرا' صرف شاعری میں

''میں کبھی آدم' کبھی موسیٰ' کبھی یعقوب ہوں''

یہ دعویٰ کیا گیا ہے' اسی طرح میرے علم میں نہیں کہ انھوں نے رام چندر ہونے کا دعویٰ کیا ہے یا نہیں' البتہ کرشن تو وہ تھے۔ سیالکوٹ کے لیکچر میں انھوں نے کہا:'' واضح ہو کہ راجہ کرشن جیسا کہ میرے پر ظاہر کیا گیا ہے' درحقیقت ایک ایسا کامل انسان تھا جس کی نظیر ہندوؤں کے کسی رشی اور اوتار میں نہیں پائی جاتی' اور اپنے وقت کا اوتار یعنی نبی تھا جس پر خدا کی طرف سے روح القدس اترتا تھا...... اس جگہ ایک اور راز درمیان میں ہے کہ جو صفات کرشن کی طرف منسوب کیے گئے ہیں (یعنی پاپ کا نشٹ کرنے والا اور غریبوں کی دلجوئی کرنے والا اور ان کو پالنے والا) یہی صفات مسیح موعود کے ہیں۔ پس گویا روحانیت کی رُو سے کرشن اور مسیح موعود ایک ہی ہیں''۔(۵۲)

''تتمہ حقیقۃ الوحی'' میں کہا:'' ہر ایک نبی کا مجھے نام دیا گیا ہے چنانچہ جو ملکِ ہند میں کرشن نام ایک نبی گزرا ہے' جس کو رُدّر گوپال بھی کہتے ہیں (یعنی فنا کرنے والا اور پرورش کرنے والا) اس کا نام بھی مجھے دیا گیا ہے۔ پس جیسا کہ آریہ قوم کے لوگ کرشن کے ظہور کا ان دنوں انتظار کرتے ہیں' وہ کرشن میں ہی ہوں''۔(۵۳)

چودھویں کا چاند

دوست محمد شاہد لکھتے ہیں:'' قرآنی آیت لَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ اور احادیثِ نبویہ میں اور اولیاء و اصفیاءِ امت کی طرف سے جس چودھویں کے چاند کے طلوع کی خبر دی گئی تھی' وہ اس عالمِ رنگ و بو میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدیٔ مسعود علیہ السلام (؟) کے سوا اور کوئی نہیں''۔(۵۴)

حواشی و حوالہ جات

(۱) ہمارا موقف (مؤلف کا نام نہیں)۔ ناشر: ناظر اصلاح و ارشاد وصدر انجمن احمدیہ' ربوہ (مطبع ضیاء الاسلام پریس' ربوہ) س ن۔ ص ۶

(۲) دوست محمد شاہد۔ چودھویں صدی کی غیر معمولی اہمیت۔ احمد اکیڈمی' ربوہ۔ مارچ ۱۹۸۱ء۔ ص ۱۱۳

(۳) ہمارا موقف۔ ص ۱۳

(۴) مرزا غلام احمد قادیانی' سلطان القلم۔ کشتی نوح۔ نظارتِ اصلاح و ارشاد وصدر انجمن احمدیہ' ربوہ۔ ص ۲۴۔ س ن (اندرونی سرورق پر پہلے ایڈیشن کے سرورق کا عکس ہے جو ۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو مطبع ضیاء الاسلام قادیان سے چھپا)

(۵) مرزا غلام احمد قادیانی۔ ملفوظات۔ جلد سوم۔ نظارتِ اشاعت' ربوہ۔ س ن (مرتب کا نام بھی درج نہیں ہے)

(۶) ''حضرت مسیح موعود'' ملفوظات۔ جلد ششم۔ الشرکت الاسلامیہ لمیٹڈ' ربوہ۔ ص ۱۲۲ (اس میں یکم جون ۱۹۰۳ء سے آخر اپریل ۱۹۰۴ء تک کے ملفوظات ہیں۔ پیش لفظ جلال الدین شمس نے ۸ نومبر ۱۹۶۳ء کو لکھا اور کہا کہ'' اس جلد کی ترتیب و تدوین میری اصولی ہدایات کے مطابق مکرم مولانا محمد اسمٰعیل صاحب دیال گڑھی کی مساعی کی رہینِ منت ہے'' (ص ۳)

(۷) مرزا غلام احمد قادیانی۔ براہینِ احمدیہ' حصہ پنجم۔ احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام' لاہور۔ س ن۔ ص ۱۷۸

(۸) آیتِ خاتم النبیین اور جماعتِ احمدیہ کا مسلک۔ مجلس انصار اللہ مرکزیہ' ربوہ۔ س ن۔ ص ۷

(۹) الفضل (روزنامہ) قادیان۔ ۲۹ اپریل ۱۹۲۷ء (جلد ۱۴۔ نمبر ۸۵)

(۱۰) ریویو آف ریلیجنز (ماہنامہ) قادیان۔ ۵ مئی ۱۹۳۱ء۔ ص ۳۳

(۱۱) مرزا غلام احمد۔ تجلیاتِ الٰہیہ۔ مینجر بک ڈپو تالیف و اشاعت' قادیان۔ ۲۹ جون ۱۹۲۲ء۔ ص ۸۷

(۱۲) مرزا غلام احمد قادیانی۔ آئینہ کمالاتِ اسلام' حصہ اُردو۔ جس کا دوسرا نام ''دافع الوساوس'' بھی ہے۔ پہلی بار فروری ۱۸۹۳ء میں قادیان سے مطبع ریاضِ ہند میں چھپا۔ راقم کے پاس جو ایڈیشن ہے' یہ ۱۹۷۰ء میں شائع ہوا۔ ص ۲۲۵

(۱۳) الفضل' قادیان۔ ۲۶ جنوری ۱۹۱۶ء

(۱۴) الفضل' قادیان۔ ۱۴ مارچ ۱۹۴۶ء (جلد ۳۴۔ شمارہ ۶۲)

(۱۵) میرزا غلام احمد قادیانی کا لیکچر سیالکوٹ۔ اسلام۔ ناشر نائب محافظ دفتر ضلع سیالکوٹ۔ راقم کی لائبریری میں الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ' ربوہ کا چھپا ہوا نسخہ ہے۔ س ن۔ ص ۹' ۱۰

(۱۶) مرزا غلام احمد۔ حقیقۃ الوحی۔ احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام' لاہور۔ ۱۹۵۲ء۔ ص ۲۵۷

(۱۷) میرزا غلام احمد قادیانی۔ ازالۂ اوہام۔ حصہ اوّل (راقم کے ذخیرۂ کتب میں جو نسخہ ہے' اس کے اندرونی سرورق کے طور پر ''نقل ٹائٹل بار اوّل۔ ذی الحجہ ۱۳۰۸ھ اور باہتمام و سعی شیخ نور احمد مالک مطبع ریاضِ ہند مطبوعہ گردید'' لکھا ہے۔ گتّے پر البتہ ''احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور'' درج ہے۔ س ن۔ ص ۲۵۶)

(۱۸) ملفوظات۔ جلد سوم۔ ص ۵۶۰

(۱۹) تریاق القلوب۔ ص ۶۷ (میرے پاس جو نسخہ ہے' اس کے آغاز میں نہ مرزا صاحب کا نام ہے' نہ ناشر کا۔ نہ سنِ اشاعت درج ہے' البتہ آخر میں مرزا غلام احمد از قادیان کے ساتھ ۴ نومبر ۱۹۰۰ء کی تاریخ مرقوم ہے اور پرنٹر کے طور پر ضیاء الاسلام پریس' قادیان لکھا ہے)۔

(۲۰) براہینِ احمدیہ۔ حصہ پنجم۔ ص ۴۹

(۲۰ الف) مرزا صاحب۔ دافع البلاءِ و معیار الاصطفاء۔ دارالامان قادیان۔ اپریل ۱۹۰۲ء۔ ص ۲۰

(۲۱) ریویو آف ریلیجنز' قادیان۔ نومبر ۱۹۳۱ء۔ ص ۵

(۲۲) عبدالقادر (سابق سوداگر مل)۔ حیاتِ طیبہ۔ مسجد احمدیہ' بیرون دہلی دروازہ' لاہور۔ ایڈیشن دوم۔ مارچ ۱۹۶۰ء۔ ص ۹۸

(۲۳) کشتی نوح۔ ص ۲۱' ۲۴' ۲۹' ۳۰

(۲۴) حقیقۃ الوحی۔ ص ۱۴۹

(۲۵) بشیر الدین محمود احمد' میرزا (مؤلف)۔ دعوۃ الامیر۔ الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ' ربوہ۔ اشاعت نہم۔ س ن۔ ص ۹۹

(۲۶) سووینیئر ۲۔ مجلس خدام الاحمدیہ' لاہور۔ ۱۹۶۶ء۔ ص ۴۶' ۶۴

(۲۷) آئینہ کمالاتِ اسلام۔ حصہ اُردو۔ ص ۸

(۲۸) مرزا غلام احمد قادیانی' سلطان القلم۔ شہادۃ القرآن علیٰ نزول المسیح الموعود فی آخر الزمان۔ نظارتِ اصلاح و ارشاد' صدر انجمن احمدیہ' ربوہ۔ ۱۹۶۸ء۔ ص ۸ (پہلی بار سات سو کی تعداد میں مطبع پنجاب پریس' سیالکوٹ میں باہتمام منشی غلام قادر فصیح چھپی تھی)

(۲۹) ایضاً۔ ص ۷

(۳۰) دافع البلاء و معیار اہل الاصطفاء۔ ص ۱۳ (بعد میں ضیاء الاسلام پریس' ربوہ سے چھپی۔ س ن۔ ص ۱۷)

(۳۱) دافع البلاء۔ ص ۲۰ (ربوہ سے چھپی ہوئی۔ ص ۲۴)/ میرزا غلام احمد۔ دُرِّ ثمین مکمل اُردو۔ مرتبہ محمد یاسین تاجر کتب۔ دارالبرکات' ربوہ۔ س ن۔ ص ۴۹

(۳۲) دوست محمد شاہد (مرتب)۔ تحریکِ احمدیت۔ جلد سوم۔ ۱۸۹۸ء سے خلافتِ اولیٰ کے قیام تک۔ ادارۃ المصنفین' ربوہ (ابوالمنیر نورالحق نے ۲۰ دسمبر ۱۹۶۲ء کو دیباچہ لکھا)۔ ص ۵۴۶

(۳۳) کشتی نوح۔ ص ۶۸' ۶۹/ حقیقۃ الوحی۔ ص ۳۳۷۔ ۳۳۸ (حاشیہ)

(۳۴) براہینِ احمدیہ' حصہ پنجم۔ ص ۵۳' ۵۴

(۳۵) مرزا غلام احمد قادیانی' سلطان القلم۔ برکات الدعاء۔ نظارتِ اصلاح و ارشاد' ربوہ۔ ۱۹۶۸ء۔ ص ۳۴ (پہلی بار ۱۳۱۰ھ میں مطبع ریاضِ ہند' قادیان سے شائع ہوئی۔ ص ۲۶)

(۳۶) اسلام المعروف لیکچر سیالکوٹ۔ ص ۵۹' ۶۰

(۳۷) ملفوظات۔ جلد سوم۔ ص ۵۴۰ تا ۵۴۵

(۳۸) براہینِ احمدیہ۔ حصہ پنجم۔ ص ۵۴ تا ۵۶

(۳۹) ایضاً۔ ص ۶۴/ دُرِّ ثمین مکمل اُردو۔ ص ۹۵

(۴۰) تحریکِ احمدیت۔ جلد سوم۔ ص ۲۷۶، ۲۷۷

(۴۱) جلال الدین شمس۔ صداقتِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ مجلس انصار اللہ مرکزیہ، ربوہ۔ مئی ۱۹۸۳ء۔ ص ۳۱، ۳۲

(۴۲) دوست محمد شاہد۔ اسلامی لٹریچر میں خوفناک تحریف۔ احمد اکیڈمی، ربوہ۔ س ن۔ ص ۲۳

(۴۳) میرزا بشیر الدین محمود احمد۔ دعوۃ الامیر: بخدمتِ عالی شاہِ والا جاہ امیر امان اللہ خاں بالقابہ فرمانروائے دولتِ مستقلہ افغانستان وممالکِ محروسہ۔ الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ، ربوہ۔ س ن (جلال الدین شمس نے دیباچہ میں بھی "اسلام کا دوبارہ احیاء عروج اور اس کی بے نظیر ترقیات مسیح موعود و مہدیٔ مسعود کے ذریعے" کہا۔ ص ج)

(۴۴) ریویو آف ریلیجنز، قادیان۔ ۵ نومبر ۱۹۳۱ء۔ ص ۵

(۴۵) ایضاً۔ ۵ جون ۱۹۳۱ء۔ ص ۱۰

(۴۶) ملفوظات۔ جلد ششم۔ ص ۴۲۳

(۴۷) حیاتِ طیّبہ۔ ص ۷۸

(۴۸) اسلام المعروف بہ لیکچر سیالکوٹ۔ ص ۹/ چودھویں صدی کی غیر معمولی اہمیت۔ ص ۱۴۵، ۱۴۶

(۴۹) ریویو آف ریلیجنز۔ ۵ دسمبر ۱۹۳۱ء۔ ص ۳۶

(۵۰) برکات الدعاء۔ ص ۲۵ (طبع اوّل کا ص ۱۸)

(۵۱) ملفوظات۔ جلد سوم۔ ص ۱۴۲

(۵۲) اسلام المعروف بہ لیکچر سیالکوٹ۔ ص ۴۱

(۵۳) تتمہ حقیقۃ الوحی۔ ص ۸۵

(۵۴) چودھویں صدی کی غیر معمولی اہمیت۔ ص ۴۷

☆......☆......☆

"الہاماتِ" مرزا کی ایک خصوصیت

اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے تمام انبیاء ورُسُل (علیہم السلام) کو وحی کے ذریعے مختلف معاملات میں رہنمائی دی گئی، علوم ومعارف سکھائے گئے، لیکن جب حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر اس نے یہ سلسلہ ختم کر دیا اور ابلیس لعین نے کچھ لعنتیوں کو "نبی" بننے کی راہ دکھائی تو "تجددِ الہام" کی صورتوں کی رونمائی ہوئی۔

حضرت آدم علیہ السلام سے حضور حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم تک پر ہونے والے الہامات کی وہ باثروت اور زرّیں صورت نہ تھی جو مثلاً مرزا غلام احمد قادیانی کے بیش تر الہامات نے اختیار کی۔ اگرچہ دعووں کی حد تک اس نے کہا کہ:

"مسیح موعود (؟) کو خدا نے آدم کے رنگ پر پیدا کیا" ---[۱]

پھر کہا کہ:

''خداتعالیٰ نے میرا نام آدم رکھا''---[۲]

''اوراس عاجز کو خداتعالیٰ نے آدم مقرر کر کے بھیجا''---[۳]

۸؍فروری ۱۹۰۴ء کو مرزا نے کہا:

''خداتعالیٰ نے میرا نام بھی نوح رکھا ہے اور وہی الہام جو کشتی کا نوح کو ہوا تھا'
یہاں بھی ہوا ہے''---[۴]

پھر اپنے ابراہیم[۵]، یوسف[۶]، سلیمان[۷] ہونے کا اعلان بھی کیا، نیز اپنے آپ کو ''احمد مسیح''[۸]، مسیح موعود[۹]، مسیحائے زمان[۱۰]، مثیلِ مسیح[۱۱]، مسیح سے بڑھ کر[۱۲]، مریم بھی، عیسیٰ بھی[۱۳] قرار دیا۔ ''مؤرخِ احمدیت'' دوست محمد شاہد نے انہیں ''آں حضرت ﷺ کا محبوب ترین فرزندِ جلیل'' قرار دیا[۱۴] مرزا نے اپنے آپ کو حضور آقا و مولا ﷺ کا بروز اور ظل کہا[۱۵] روزنامہ ''الفضل'' میں انہیں ''عینِ محمد'' گردانا گیا۔[۱۶]

مرزا صاحب نے یہ دعویٰ بھی کیا:

میں کبھی آدم، کبھی موسیٰ، کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں، نسلیں ہیں میری بے شمار [۱۷]

اس ساری صورتِ حال کا استعجاب انگیز پہلو یہ ہے کہ خالق و مالکِ حقیقی جل شانہٗ کے بھیجے ہوئے کسی نبی، کسی رسول کے الہامات کا رُخ ارسالِ مال و دولت اور حصولِ زر و ثروت کی طرف نہ تھا، لیکن مرزا صاحب کے بہت سے الہامات اِس نشان وہی کے حامل نظر آتے ہیں کہ آج مرزا کو اتنے روپے ملیں گے اور کل اتنی یافت ہوگی۔ دراصل جنہیں ربِّ کریم ﷻ بھیجتا ہے، انہیں دنیا کی طمع اور لالچ ہوتا ہی نہیں۔ البتہ شیطانِ رجیم تو ہاتھ ہی اسی کی پُشت پر رکھتا ہے جو دنیا کمانا چاہتا ہو اور وہ اسے اس راستے کا مستقل راہی بنا دیتا ہے۔ انبیاءِ کرام علیہم السلام کو وحی بھی تو روح الامین علیہ السلام کی وساطت سے آتی تھی، جہاں جبریلِ امین علیہ السلام کے بجائے ''ٹیچی'' کی خدمات حاصل کی جاتی ہوں وہاں تو گھپلا ہوگا ہی۔

''حقیقۃ الوحی'' میں مرزا صاحب نے انکشاف کیا:

''۵؍مارچ ۱۹۰۵ء کو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص جو فرشتہ معلوم ہوتا تھا،

میرے سامنے آیا اور اس نے بہت سارو پیہ میرے دامن میں ڈال دیا۔ میں نے اس کا نام پوچھا، اس نے کہا، نام کچھ نہیں۔ میں نے کہا، آخر کچھ تو نام ہوگا، اس نے کہا میرا نام ہے ''ٹیچی''---[۱۸]

آنکھ کھلنے کے بعد کی کیفیت کے بیان میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''بعد اس کے خداتعالیٰ کی طرف سے کیا ڈاک کے ذریعے سے اور کیا براہِ راست لوگوں کے ہاتھوں سے اس قدر مالی فتوحات ہوئیں جن کا خیال و گمان نہ تھا اور کئی ہزار روپیہ آگیا''---[۱۹]

''حقیقۃ الوحی'' ہی میں اس سے اگلے صفحے پر ہے:

''البتہ اللہ تعالیٰ کی مجھ سے یہ عادت ہے کہ اکثر جو نقد روپیہ آنے والا ہو یا اور چیزیں تحائف کے طور پر ہوں، ان کی خبر قبل از وقت بذریعہ الہام یا خواب کے مجھ کو دے دیتا ہے اور اس قسم کے نشان پچاس ہزار سے کچھ زیادہ ہوں گے''---[۲۰]

مرزا صاحب کے ''ملفوظات'' میں ہے، کہا:

''میں اپنے قلب کی عجیب کیفیت پاتا ہوں، جیسے سخت حبس ہوتا اور گرمی کمال شدت کو پہنچ جاتی ہے تو لوگ وثوق سے امید کرتے ہیں کہ اب بارش ہوگی، ایسا ہی جب میں اپنی صندوقچی کو خالی دیکھتا ہوں تو مجھے خدا کے فضل پر یقین واثق ہوتا ہے کہ اب یہ بھرے گی اور ایسا ہی ہوتا ہے''---[۲۱]

ہمارے آقا حضور، کائنات کے محسنِ اعظم، نورِ مجسّم، رحمتِ عالم ﷺ نے بادشاہوں کو جو خطوط ارسال فرمائے، ان کے متون موجود ہیں، ان میں انہیں حقّانیت کو تسلیم کرنے اور اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دی گئی۔ لیکن انگریز کے خود کاشتہ پودے، جعلی نبی غلام احمد قادیانی نے ''امراء و رئیسان و منعمانِ ذی مقدرت و والیانِ اربابِ حکومت و منزلت'' کو جو خط بھیجا، اس کا متن ان کی کتاب ''برکات الدعا'' میں موجود ہے۔ اس میں ہے:

''میں تمام امراء کی خدمت میں بطور عام اعلان کے، لکھتا ہوں کہ اگر ان کو بغیر آزمائش ایسی مدد میں تامل ہو تو وہ اپنے بعض مقاصد اور مہمات اور مشکلات کو اس غرض سے میری طرف لکھ بھیجیں تاکہ میں ان مقاصد کے پورا ہونے کے لیے دعا کروں۔

مگر اس بات کو تصریح سے لکھ بھیجیں کہ وہ مطلب کے پورا ہونے کے وقت کہاں تک ہمیں اسلام کی راہ میں مالی مدد دیں گے۔.......... اگر ایسا خط کسی صاحب کی طرف سے مجھ کو پہنچا تو میں اس کے لیے دعا کروں گا''---

(حاشیہ میں ہے:

''چاہیے کہ وہ خط نہایت احتیاط سے بذریعہ رجسٹری سربمہر آوے اور اس راز کو قبل از وقت فاش نہ کیا جاوے اور اس جگہ بھی پوری امانت کے ساتھ وہ مخفی رکھا جائے گا اور اگر بجائے خط کوئی معتبر کسی امیر کا آوے تو یہ امر بھی زیادہ موثر ہوگا'') ---[۲۲]

ادھر انگریز حکومت کے والیان اور امراء و منعمانِ ذی مقدرت سے طلبِ زر کی درخواست کی جارہی ہے اور ان سے وعدہ کیا جارہا ہے کہ انہیں جس قسم کی حاجت ہو، انہیں جو بھی مشکلات و مہمات درپیش ہوں، ان کے جیسے بھی مقاصد ہوں، اگر وہ مالی مدد کا وعدہ کریں تو ''نبی صاحب'' ان کے لیے دعا کریں گے۔ دوسری طرف ٹیچی ایسے الہام لانے اور ''وحی'' پہنچانے میں تیز رو ہے کہ روپیہ ''نبی صاحب'' کو کہاں کہاں سے ملے گا۔ لکھتے ہیں:

''ایسا اتفاق دو ہزار مرتبہ سے بھی زیادہ گزرا ہے کہ خدا تعالیٰ نے میری حاجت کے وقت مجھے اپنے الہام یا کشف سے یہ خبر دی کہ عنقریب کچھ روپیہ آنے والا ہے اور بعض وقت آنے والے روپیہ کی تعداد سے بھی خبر دے دی اور بعض وقت یہ خبر دی کہ اس قدر روپیہ فلاں تاریخ میں اور فلاں شخص کے بھیجنے سے آنے والا ہے اور اس بات کے گواہ بھی بعض قادیان کے ہندو اور کئی سو مسلمان ہوں گے''---[۲۳]

مرزا کے اسی نسل کے چند اور ''الہامات'' نقل کیے جاتے ہیں، لیکن ان کی ایک خاص بات یہ ہے کہ مرزا نے ایسے بیش تر الہامات کی اطلاع دو ہندوؤں، لالہ شرمپت کھتری اور لالہ ملاوامل کھتری کو دی تھی اور وہی ان کے گواہ رہے۔ سنیے!

''ایک دفعہ مجھے یہ الہام ہوا، ''عبداللہ خاں، ڈیرہ اسماعیل خاں'' چناں چہ چند ہندو جو اتفاقاً اس وقت میرے پاس موجود تھے، جن میں ایک لالہ شرمپت کھتری اور ایک لالہ ملاوامل کھتری بھی ہے، ان کو یہ الہام سنا دیا گیا اور بعض مسلمانوں کو بھی سنا دیا گیا اور صاف طور پر کہہ دیا گیا کہ اس الہام کا یہ مطلب ہے کہ آج عبداللہ خاں نام

ایک شخص کا، ہمارے نام کچھ روپیہ آئے گا اور خط بھی آئے گا۔ چناں چہ ان میں سے ایک ہندو بشن داس نام، اس بات کے لیے مستعد ہوا کہ میں اس الہام کو بذات خود آزماؤں۔ اور اتفاقاً ان دنوں میں سب پوسٹ ماسٹر قادیان کا بھی ہندو تھا۔ سو وہ ہندو ڈاکخانہ میں گیا اور آپ ہی سب پوسٹ ماسٹر سے دریافت کر کے یہ خبر لایا کہ عبداللہ خاں نام ایک شخص کا اس ڈاک میں خط آیا ہے اور کچھ روپیہ آیا ہے''---[۲۴]

''ایک دفعہ ایک شخص بہاء الدین نام مدارالمہام ریاست جوناگڑھ نے پچاس روپیہ میرے نام بھیجے اور قبل اس کے کہ اس کے روپیہ کی روانگی سے مجھے اطلاع ہو، خدا تعالیٰ نے اپنے الہام کے ذریعہ سے مجھے اطلاع دی کہ پچاس روپیہ آنے والے ہیں۔ میں نے اس غیب محض سے، بہت سے لوگوں کو قبل از وقت بتلا دیا کہ عنقریب یہ روپیہ آنے والا ہے اور قادیان کے شرمپت نام ایک آریہ کو بھی اس سے خبر کر دی''---[۲۵]

''ایک دفعہ سخت ضرورت روپیہ کی پیش آئی، جس کا ہمارے اس جگہ کے آریہ لالہ شرمپت و ملاوامل کو بخوبی علم تھا.......... دعا کی گئی کہ اللہ تعالیٰ نشان کے طور پر مالی مدد سے اطلاع بخشے، تب الہام ہوا:

''دس دن کے بعد موج دکھاتا ہوں۔ الا ان نصر اللّٰہ قریب فی شایل مقیاس (Then will you go to Amritsar)، یعنی دس دن کے بعد روپیہ آئے گا، خدا کی مدد نزدیک ہے اور جیسے جب جننے کے لیے اونٹنی دُم اٹھاتی ہے، تب اس کا بچہ جننا نزدیک ہوتا ہے، ایسا ہی مددِ الٰہی بھی قریب ہے۔ دس دن کے بعد جب روپیہ آئے گا تب تم امرتسر بھی جاؤ گے.......... گیارہویں روز محمد افضل خان صاحب نے راول پنڈی سے ایک سو دس روپے بھیجے۔ بیس روپے ایک اور جگہ سے آئے اور پھر برابر روپیہ آنے کا سلسلہ ایسا جاری رہا، جس کی امید نہ تھی۔ اور جس دن محمد افضل خاں صاحب وغیرہ کا روپیہ آیا، امرتسر بھی جانا پڑا.......... اس نشان کے آریہ مذکورین گواہ ہیں، جو حلفاً بیان کر سکتے ہیں اور کئی اور مسلمان بھی گواہ ہیں''---[۲۶]

''ایک دفعہ فجر کے وقت الہام ہوا کہ آج حاجی ارباب محمد لشکر خاں کے قرابتی کا روپیہ آتا ہے۔ بدستور لالہ شرمپت و ملاوامل کھتریان ساکنان قادیان کو مطلع کیا گیا اور

قرار پایا کہ انھی میں سے کوئی ڈاک کے وقت ڈاکخانہ میں جاوے، چناں چہ ان میں سے ایک آریہ ملاوامل نامی ڈاکخانہ میں گیا اور خبر لایا کہ ہوتی مردان سے دس روپیہ آئے ہیں'' ---[۲۷]

''ایک دفعہ اپریل ۱۸۸۳ء میں صبح کے وقت بیداری میں جہلم سے روپیہ روانہ ہونے کی اطلاع دی گئی............ ابھی پانچ روز نہیں گزرے تھے کہ ۴۵ روپیہ کا منی آرڈر جہلم سے آگیا'' ---

اس کے بارے میں مزید لکھا کہ:

''ان دنوں ایک ہندو الہامی پیش گوئی کے لکھنے کے لیے بطور روزنامہ نویس نوکر رکھا ہوا تھا، اس سے یہ پیش گوئی لکھوا بھی لی گئی تھی'' ---[۲۸]

''ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ حیدر آباد سے نواب اقبال الدولہ صاحب کی طرف سے خط آیا ہے اور اس میں کسی قدر روپیہ دینے کا وعدہ ہے۔ خواب بدستور لکھا گیا اور مذکور الصدر آریوں کو اطلاع دی گئی۔ پھر تھوڑے دن بعد حیدر آباد سے خط آیا اور سو روپیہ نواب موصوف نے بھیجا، فالحمد للّٰہ ذالك۔ اس نشان کے گواہ وہی آریہ ہیں! اور حلفاً بیان کر سکتے ہیں'' ---[۲۹]

''ایک دفعہ کشفی طور پر............ روپے مجھے دکھائے گئے۔ پھر اردو میں الہام ہوا کہ ماجھے خاں کا بیٹا اور شمس الدین پٹواری ضلع لاہور بھیجنے والے ہیں۔ اور جب یہ الہام اور کشف ہوا تو میں نے حامد علی اور ایک اور شخص کوڈا نام کو جو امرتسر کے علاقہ کا رہنے والا تھا، اطلاع دی............ جب ڈاک کا وقت ہوا تو ایک کارڈ آیا جس میں یہ روپیہ لکھا ہوا تھا اور یہ تفصیل درج تھی کہ چالیس روپے ماجھے خاں کے بیٹے کی طرف سے ہیں اور باقی چار یا چھ روپے شمس الدین پٹواری کی طرف سے بطور امداد ہیں۔ اور ساتھ اس کے روپیہ بھی آگیا'' ---[۳۰]

''ایک دفعہ اتفاقاً مجھے پچاس روپیہ کی ضرورت پیش آئی............ جب میں دعا کر چکا، تب فی الفور دعا کے ساتھ ہی ایک الہام ہوا، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ دیکھ میں تیری دعاؤں کو کیسے جلد قبول کرتا ہوں............ چناں چہ ڈاکخانہ سے بذریعہ ایک خط کے اطلاع ہوئی کہ پچاس روپیہ لدھیانہ سے کسی نے روانہ کیے ہیں............ اس نشان کا گواہ شیخ حامد علی ہے، جو دریافت کے وقت حلفاً بیان کر سکتا ہے'' ---[۳۱]

''مکتوباتِ احمدیہ'' میں سیٹھ عبدالرحمٰن کے نام اس سلسلے کے کئی خط ہیں، مثلاً:

''کل کی ڈاک میں بذریعہ تار مبلغ پانچ سو روپے مرسلہ آں مکرم مجھ کو پہنچ گیا'' ---

''کل کی ڈاک میں مبلغ ایک سو روپیہ مرسلہ آں محب مجھ کو پہنچا'' ---

''پہلے خط کے روانہ کرنے کے بعد آج مبلغ سو روپیہ مرسلہ آں مکرم بذریعہ ڈاک مجھ کو ملا'' ---

''آپ کا عنایت نامہ مع مبلغ ایک سو روپیہ آج مجھ کو ملا'' ---[۳۲]

مرزا صاحب نے ۱۳ر اکتوبر ۱۸۹۸ء کو انہی سیٹھ کو ایک خط میں لکھا:

''چند ہفتے ہوئے ہیں، مجھے الہام ہوا تھا............ اس میں تفہیم یہ ہوئی تھی کہ کوئی شخص کسی مطلب کے حصول پر بہت سا حصہ اپنے مال میں سے بطور نذرانہ بھجوائے گا............ طبیعت نے یہی چاہا کہ اس کے مصداق آپ ہی ہوں اور خدا تعالیٰ ایسا کرے۔ کیا اللہ جل شانہ کے نزدیک لاکھ دو لاکھ روپیہ کچھ بڑی بات ہے'' ---[۳۳]

پتا نہیں چلتا کہ سیٹھ صاحب، مرزا صاحب کو ایک سو، پانچ سو پر ہی ٹرخاتے رہے یا ''الہام'' کے زیرِ اثر لاکھ دو لاکھ بھی پیش کر سکے۔ مگر اس سے ''الہامات'' کا رُخ ضرور متعیّن ہوتا ہے۔

''ازالہ اوہام'' میں مرزا صاحب نے ان مخیّرین کے نام بھی لکھے ہیں اور تعریفی کلمات بھی کہے ہیں جنہوں نے ان کی زیادہ مالی مدد کی۔ ان میں سے حکیم نوردین بھیروی، حکیم فضل دین بھیروی، عبدالکریم سیالکوٹی، غلام قادر فصیح، حامد شاہ سیالکوٹی، محمد احسن امروہی، عبدالغنی معروف، مولوی غلام نبی خوشابی، نواب محمد خاں رئیس مالیر کوٹلہ، میر عباس علی لودھیانوی، منشی احمد جان، قاضی خواجہ علی، مرزا محمد یوسف بیگ سامانوی، عبداللہ سنوری، حکیم غلام احمد، فضل شاہ لاہوری، منشی محمد اروڑا، میاں محمد خاں، منشی ظفر احمد، عبدالہادی، منشی ظفر احمد، محمد یوسف سنوری، منشی حشمت اللہ، سراج الحق، میر ناصر نواب، منشی رستم علی، شیخ رحمت اللہ، میاں عبدالحکیم، بابو کرم الٰہی، عبدالقادر جمال پوری، محمد ابن احمد مکی، محمد عسکری خاں، غلام حسن پشاوری، شیخ حامد علی، شیخ شہاب الدین موحد، میراں بخش، حافظ نور احمد، محمد مبارک علی، محمد تفضل حسین کے نام اہم ہیں اور ساتھ میں ان کی خصوصیات بھی تحریر کی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ ۳۶ • ۲۹ مزید نام دیے گئے ہیں، لیکن ان میں سیٹھ عبدالرحمٰن کا نام

نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کا لاکھ دو لاکھ والا الہام سیٹھ مذکور کو متاثر نہیں کر سکا۔

آخر میں صاحبزادہ بشیر احمد قادیانی نے جو واقعہ بیان کیا، اسے بھی پڑھ لینا چاہیے، اگرچہ اس کا تعلق ''الہام'' سے نہیں بتایا گیا، لیکن مترشح ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کو ایک مستقل ''الہام'' یہ پہنچ چکا تھا کہ پیسہ کہیں سے آیا، کسی طرح کمایا گیا ہو، چھوڑنا نہیں۔ ''سیرۃ المہدی'' میں بشیر احمد قادیانی صاحبزادہ لکھتا ہے:

''بیان کیا مجھ سے عبداللہ صاحب سنوری نے کہ ایک دفعہ انبالہ کے ایک شخص نے حضرت (مرزا صاحب) سے فتویٰ دریافت کیا کہ میری ایک بہن کنچنی تھی، اس نے اس حالت میں بہت روپیہ کمایا، پھر وہ مرگئی۔ مجھے اس کا ترکہ ملا۔ مگر بعد میں مجھے اللہ تعالیٰ نے توبہ اور اصلاح کی توفیق دی۔ اب میں اس مال کو کیا کروں؟ حضرت صاحب نے جواب دیا کہ ہمارے خیال میں اس زمانہ میں ایسا مال اسلام کی خدمت میں خرچ ہوسکتا ہے'' ---[۳۴]

''سیرۃ المہدی'' کے اس اقتباس کو نقل کر کے پروفیسر محمد الیاس برنی نے لکھا:

''اور اسلام کی خدمت خود مرزا صاحب کے سپرد تھی، ان سے زیادہ اس مال کا مستحق اور کون ہوسکتا تھا'' ---[۳۵]

حواشی و تعلیقات

۱ میرزا غلام احمد قادیانی، لیکچر سیال کوٹ، ناشر نائب محافظ دفتر ضلع سیال کوٹ (راقم السطور کی ذاتی لائبریری میں الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ ربوہ کا چھپا ہوا نسخہ ہے) س ن، صفحہ ۹، ۱۰

۲ مرزا غلام احمد قادیانی، حقیقۃ الوحی، احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور ۱۹۵۲، صفحہ ۲۵۷

۳ میرزا غلام احمد قادیانی، ازالہ اوہام، حصہ اوّل (راقم کے ذخیرۂ کتب میں جو نسخہ ہے، اس کے اندرونی سرورق کے طور پر ''نقل ٹائٹل بار اوّل، ذی الحجہ ۱۳۰۸ھ'' اور ''باہتمام و سعی شیخ نور احمد مالک مطبع ریاض ہند، مطبوعہ گردید'' لکھا ہے۔ گیٹ پر البتہ ''احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور'' درج ہے) س ن، صفحہ ۲۵۶

۴ مرزا غلام احمد قادیانی، ملفوظات، جلد سوم، نظارتِ اشاعت ربوہ، س ن، صفحہ ۵۲۰ (مرتب کا نام درج نہیں ہے)

۵ تریاق القلوب، صفحہ ۶۷ (میرے پاس ایک ایسا نسخہ ہے، جس پر نہ مرزا صاحب کا نام ہے، نہ ناشر کا، نہ سنہ اشاعت ہے) ایک دوسرے نسخے پر ضیاء الاسلام پریس قادیان لکھا ہے، سنہ اشاعت نہیں، البتہ آخر میں ۴ر نومبر ۱۹۰۰ء درج ہے۔

۶ مرزا غلام احمد قادیانی، براہینِ احمدیہ، حصہ پنجم، احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور، س ن، صفحہ ۴۹

۷ مرزا غلام احمد قادیانی، دافع البلاء و معیار اہل الاصطفاء، دارالایمان قادیان، اپریل ۱۹۰۲ء، صفحہ ۲۰

۸ ریویو آف ریلیجنز، قادیان، نومبر ۱۹۳۱ء، صفحہ ۵

۹ عبدالقادر (سابق سوداگر مل)، حیاتِ طیبہ، مسجد احمدیہ، بیرون دہلی دروازہ لاہور، ایڈیشن دوم، مارچ ۱۹۶۰ء، صفحہ ۹۸

۱۰ شیخ روشن دین تنویر کی نظم، مطبوعہ روزنامہ ''الفضل'' ربوہ کا ایک شعر ہے:

بجلی ہے جو رگ رگ میں تو طوفان لہو میں
ہم لوگ غلامان مسیحائے زماں ہیں

الفضل (۲۴ر جنوری ۱۹۶۱ء) میں مطبوعہ مصلح الدین احمد راجیکی کی نظم کا شعر ہے:

وہ مہدیٔ دوراں تمنائے ملت
مسیحِ زماں احمدِ قادیانی

[سووینئر ۲، مجلس خدام الاحمدیہ، لاہور ۱۹۲۲ء، صفحہ ۴۶، ۶۴]

۱۱ مرزا غلام احمد قادیانی، آئینہ کمالاتِ اسلام، حصہ اردو، اس کا دوسرا نام ''دافع الوساوس'' بھی ہے۔ پہلی بار فروری ۱۸۹۳ء میں قادیان سے مطبع ریاضِ ہند سے چھپی (راقم الحروف کے پاس جو ایڈیشن ہے، یہ ۱۹۷۰ء میں شائع ہوا)، صفحہ ۸/ مرزا غلام احمد قادیانی، شہادۃ القرآن، نظارتِ اصلاح وارشاد ربوہ، ۱۹۶۸ء (کتاب کا پہلا ایڈیشن ''شہادۃ القرآن علی نزول المسیح الموعود فی آخر الزمان'' کے پورے نام سے پنجاب پریس سیال کوٹ سے چھپا تھا)، صفحہ ۲۷

۱۲ دافع البلاء و معیار اہل الاصطفاء، صفحہ ۱۷

۱۳ حقیقۃ الوحی، صفحہ ۳۳۷/ براہینِ احمدیہ، حصہ پنجم، صفحہ ۵۳/ کشتی نوح (از مرزا غلام احمد قادیانی سلطان القلم) نظارتِ اصلاح وارشاد وصدر انجمن احمدیہ ربوہ، صفحہ ۶۸، س ن (اندرونی سرورق پر پہلے ایڈیشن کا عکس ہے، جو ۵ر اکتوبر ۱۹۰۲ء کو مطبع ضیاء الاسلام قادیان سے چھپا)

۱۴ دوست محمد شاہد، چودھویں صدی کی غیر معمولی اہمیت، احمد اکیڈمی ربوہ، مارچ ۱۹۸۱ء، صفحہ ۱۱۳

۱۵ کشتیٔ نوح، صفحہ ۲۴/ ملفوظات، جلد سوم، نظارتِ اشاعت ربوہ، س ن (مرتب کا نام درج نہیں)/ ملفوظات، جلد ششم، الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ ربوہ، صفحہ ۱۲۲ (اس میں یکم جون ۱۹۰۳ء سے آخر اپریل ۱۹۰۴ء تک کے ملفوظات ہیں۔ پیش لفظ جلال الدین شمس نے ۸ر نومبر ۱۹۶۳ء کو لکھا اور کہا کہ اس جلد کی ترتیب و تدوین میری اصولی ہدایات کے مطابق مکرم مولانا محمد اسماعیل صاحب دیال گڑھی کی مساعی کی رہینِ منت ہے، صفحہ ۳)/ براہینِ احمدیہ، حصہ پنجم، صفحہ ۱۷۸/ روزنامہ ''الفضل'' قادیان، ۲۹ر اپریل ۱۹۲۷ء، جلد ۱۴، نمبر ۸۵/ آیتِ خاتم النبیین اور جماعتِ احمدیہ کا مسلک، مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ، س ن، صفحہ ۷

۱۶ الفضل قادیان، ۲۶ر جنوری ۱۹۱۶ء/ الفضل قادیان، ۱۴ر مارچ ۱۹۴۶ء (جلد ۳۴، شمارہ ۶۲)/ الفضل، ۲۸ر اکتوبر ۱۹۱۵ء میں لکھا گیا:

مسیحِ موعود محمد است و عینِ محمد است

الفضل (۲۸ر مئی ۱۹۲۸ء) میں ''اظہارِ حقیقت'' کے نام پر کہا گیا:

حقیقت کُھلی بعثِ ثانی کی ہم پر
کہ جب مصطفیٰ میرزا بن کے آیا

منشی حبیب الرحمٰن قادیانی نے لکھا:

''کیا احمد اور محمد ﷺ میں کچھ فرق ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے پیدا کیا، جس نے محمد اور احمد میں فرق جانا، اس نے ہرگز حضور (؟) میرزا غلام احمد قادیانی) کو نہیں پہچانا'' --- [الفضل، ۱۷ر جنوری ۱۹۳۶ء]

۱۷ (مرزا غلام احمد قادیانی کا منظوم کلام) دُرِّثمین، مکمل اردو (مرتبہ محمد یامین) باہتمام رانا محمد یوسف سنز، ربوہ، س ن، صفحہ ۹۵ (طویل نظم ''دلائلِ صداقتِ مسیح موعود و تبلیغ عام، منقول از براہینِ احمدیہ، حصہ پنجم، مطبوعہ ۱۹۰۸ء، صفحہ ۱۰۶)

۱۸ حقیقۃ الوحی، صفحہ ۳۳۲

۱۹ ایضاً

۲۰ حقیقۃ الوحی، صفحہ ۳۳۳

۲۱ روحانی خزائن ۲، جلد اوّل، مشتمل بر ملفوظات حضرت مسیح موعود ۱۸۹۱ء تا ۱۸۹۹ء، ضیاء الاسلام پریس ربوہ (جلال الدین شمس نے ۲۰ر اگست ۱۹۶۰ء کو پیش لفظ لکھا)، صفحہ ۳۲۵

۲۲ مرزا غلام احمد قادیانی، سلطان القلم، برکات الدعا، نظارتِ اصلاح و ارشاد، صدر انجمن احمدیہ ربوہ، صفحہ ۴۳، ۴۴ (قاضی محمد نذیر نے پیش لفظ ۱۴ر دسمبر ۱۹۶۸ء کو لکھا)

۲۳ مرزا غلام احمد قادیانی، تریاق القلوب، ضیاء الاسلام پریس قادیان (مرزا صاحب نے اپنی اس تحریر کے آخر میں ۴ر نومبر ۱۹۰۰ء کی تاریخ لکھی ہے) صفحہ ۶۴، ۶۵

۲۴ مرزا غلام احمد قادیانی، براہینِ احمدیہ (ملقب بہ البراهین الاحمدیه علی حقیّت کتاب اللّٰہ القرآن و النبوة المحمدیة) حصہ سوم، پہلی فصل، مطبع الجدہ لاہور، طبع چہارم ۱۹۱۶ء، صفحہ ۱۲۹ (طبع اوّل مطبوعہ سفیر ہند امرتسر، ۱۸۸۰ء کا صفحہ نمبر ۲۶۲، ۲۲۷) اگرچہ طبع چہارم کے صفحہ ۲ پر غلط طور پر لکھا ہے کہ ۱۸۸۴ء میں قادیان سے پہلی بار چھپی تھی)/ تریاق القلوب، صفحہ ۹۰

۲۵ تریاق القلوب، صفحہ ۱۱۲

۲۶ ایضاً، صفحہ ۱۱۳، ۱۱۴

۲۷ ایضاً، صفحہ ۱۱۵

۲۸ ایضاً، صفحہ ۱۱۶

۲۹ ایضاً، صفحہ ۱۱۶

۳۰ ایضاً، صفحہ ۱۴۶

۳۱ ایضاً، صفحہ ۱۴۵، ۱۴۶

۳۲ مرزا غلام احمد قادیانی، مکتوباتِ احمدیہ، جلد پنجم، حصہ اوّل، صفحہ ۳، ۵، ۲۱، ۲۲ (۶ر مارچ ۱۸۹۵ء، ۲ر اکتوبر ۱۸۹۶ء، ۲۱ر اکتوبر ۱۸۹۸ء، ۲۲ر نومبر ۱۸۹۸ء کے مرقومہ خطوط)

۳۳ مکتوباتِ احمدیہ، جلد پنجم، حصہ اوّل، صفحہ ۲۰

۳۴ بشیر احمد قادیانی، سیرۃ المہدی، حصہ اوّل، صفحہ ۳۴۳ (بحوالہ ''قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ''، صفحہ ۴۱۵)

۳۵ الیاس برنی، پروفیسر محمد (سابق صدر شعبہ معاشیات، جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن) قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ، اہلِ حدیث اکیڈمی لاہور، سول ایجنٹ: مہتاب کمپنی لاہور، س ن، صفحہ ۴۱۷

❀❀❀❀❀

انگریز کا پُشتینی وفادار

مرزا غلام احمد قادیانی کا خاندان انگریز حکومت کا وفادار تھا۔ شاید اسی لیے انگریزوں نے مرزا صاحب کو "نبوت" کے درجے پر فائز کیا اور ان سے جہاد کے خلاف آواز اٹھوائی۔ بہت سی کتابوں اور مضامین میں مرزا صاحب کے اس تخصص پر قلم اٹھایا گیا اور یہ ثابت کیا گیا کہ مرزا غلام احمد انگریز کا خود کاشتہ پودا تھا۔ لیکن حوالہ دیتے ہوئے اہلِ قلم نے محض کتاب کا نام یا زیادہ سے زیادہ اس کا صفحہ نمبر لکھا ہے۔ مرزا صاحب کی تصانیف عام طور پر دستیاب نہیں ہیں، بعض کتابوں پر سنِ اشاعت اور دوسری ضروری معلومات درج نہیں اور بعد کے ایڈیشنوں میں صفحہ نمبر کچھ کے کچھ ہو گئے ہیں۔ اس لیے میں نے صرف ان کتابوں سے مواد لیا ہے جو میرے ذاتی ذخیرۂ کتب میں موجود ہیں اور ہر کتاب کے حوالے میں، معلوم اور درج شدہ معلومات بھی فراہم کر رہا ہوں۔

والد، مرزا غلام مرتضیٰ

عبدالقادر (سابق سوداگرمل) نے مرزا صاحب کی زندگی پر جو کتاب لکھی "حیاتِ طیبہ" اس میں "کتاب البریہ" (طبع اوّل حاشیہ صفحہ ۱۳۴ تا ۱۴۶) کے حوالے سے مرزا صاحب کی تحریر درج کی ہے: "میرے والد صاحب مرزا غلام مرتضیٰ اس نواح میں مشہور رئیس تھے۔ گورنر جنرل کے دربار میں بہ زمرہ کرسی نشین رئیسوں کے ہمیشہ بلائے جاتے تھے...... چنانچہ سر لیپل گریفن صاحب نے بھی اپنی کتاب "تاریخ رئیسانِ پنجاب" میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ غرض وہ حُکّام کی نظر میں بہت ہر دلعزیز تھے۔ اور بسا اوقات ان کی دلجوئی کے لیے حکامِ وقت ڈپٹی کمشنر، کمشنر ان کے مکان پر ان کی ملاقات کرتے تھے"۔ (۱)

مرزا صاحب کے برعکس عبدالقادر نے گریفن کی کتاب کا نام "تذکرہ رؤسائے پنجاب" لکھا ہے، اس میں ہے: "اس خاندان نے ۱۸۵۷ء کے دوران میں بہت اچھی خدمات کیں۔ غلام مرتضیٰ نے بہت سے آدمی بھرتی کیے اور اس کا بیٹا غلام قادر جنرل نکلسن صاحب

بہادر کی فوج میں اس وقت تھا جبکہ افسر موصوف نے تریموگھاٹ پر نمبر ۴۶ نیٹو انفنٹری کے باغیوں کو جو سیالکوٹ سے بھاگے تھے، تہ تیغ کیا۔ جنرل نکلسن صاحب بہادر نے غلام قادر کو ایک سند دی، جس میں یہ لکھا ہے کہ ۱۸۵۷ء میں خاندانِ قادیان، ضلع گورداسپور کے تمام دوسرے خاندانوں سے زیادہ نمک حلال رہا"۔ (۲)

عبدالقادر نے مرزا صاحب کے والد مرزا غلام مرتضیٰ کے بارے میں مزید لکھا ہے: "جب پنجاب میں انگریزوں کا تسلّط قائم ہو گیا (۲۹ مارچ ۱۸۴۹ء) تو جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے آپ نے اپنے قدیم اصول کے ماتحت پوری طرح اس نئی حکومت کے ساتھ بھی تعاون کیا"۔ (۳)

بھائی، مرزا غلام قادر

مرزا غلام احمد کے بھائی مرزا غلام قادر کے بارے میں "سیرت نگار" عبدالقادر نے لکھا: "مرزا غلام قادر صاحب۔ یہ حضرتِ اقدس کے بڑے بھائی تھے۔ انگریزی حکومت میں کئی معزز عہدوں پر مامور رہے۔ اپنے ضلع گورداسپور میں دفترِ ضلع کے سپرنٹنڈنٹ بھی رہے ہیں"۔ (۴)

بیٹا، مرزا سلطان احمد

"سیرتِ طیبہ" میں ہے کہ "حضرت مرزا سلطان احمد صاحب گورنمنٹ انگریزی کے ماتحت مختلف عہدوں پر فائز رہ کر ڈپٹی کمشنری اور بالآخر ریاست بہاولپور کے مشیرِ مال (ریونیو منسٹر) کے عہدے سے ریٹائر ہوئے اور پنشن پانے کے تھوڑے عرصہ بعد اپنے چھوٹے بھائی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلۂ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے"۔ (۵)

پوتا، مرزا عزیز احمد

"سیرتِ طیبہ" میں ہے: "حضرت مرزا عزیز احمد صاحب ایم اے جنھوں نے بچپن میں ہی اپنے جدِ امجد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی، اے ڈی ایم کے عہدہ سے ریٹائر ہو کر پنشن پائی۔ اب مرکز سلسلہ میں ناظرِ اعلیٰ کے فرائض سرانجام دے

رہے ہیں''۔(۶)

خود مرزا غلام احمد

''سیرۃ المہدی'' کے حوالے سے عبدالقادر نے لکھا ہے کہ ضلع گورداسپور میں ایک انگریز افسر آیا تو میرزا صاحب کے والد نے جھنڈا سنگھ کے ذریعے مرزا صاحب کو نوکری دلانے کے لیے بلا بھیجا۔ وہ آئے تو والد کو جواب دیا: میں نے تو جہاں نوکر ہونا تھا' ہو چکا ہوں۔ بڑے مرزا صاحب کہنے لگے: کیا واقعی نوکر ہو گئے ہو؟ مرزا صاحب نے کہا: ہاں! ہو گیا ہوں۔ اس پر بڑے مرزا صاحب نے کہا: اچھا! نوکر ہو گئے ہو تو خیر (۷) شاید یہی نوکری تھی کہ انگریز حکومت نے انھیں ''نبی'' کے عہدے پر فائز کیا۔

لیکن آپ کو ۱۸۶۴ء کے قریب سیالکوٹ میں چند سال سرکاری ملازمت کرنی پڑی اور اس ملازمت کی وجہ سے آپ چار سال سیالکوٹ میں رہے۔ (۸) ''سیرت نگار'' نے کھل کر نہ اس محکمہ کا نام لیا ہے' نہ مرزا صاحب کے عہدے کا' جہاں ''نبوت'' کے عہدے سے پہلے انھیں ''ٹرائل'' پر ملازم رکھا گیا تھا' لیکن کچھ معلومات یوں نقل کی ہیں:

''اس زمانہ میں مولوی الٰہی بخش صاحب کی سعی سے جو چیف محرر مدارس تھے (اب اس عہدہ کا نام ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ہے) کچہری کے ملازم منشیوں کے لیے ایک مدرسہ قائم ہوا کہ رات کو کچہری کے ملازم منشی' انگریزی پڑھا کریں۔ ڈاکٹر امیر شاہ صاحب جو اس وقت اسسٹنٹ سرجن پنشنر ہیں' استاد مقرر ہوئے' مرزا صاحب نے بھی انگریزی شروع کی اور ایک دو کتابیں انگریزی کی پڑھیں...... چونکہ مرزا صاحب ملازمت کو پسند نہیں فرماتے تھے' اس واسطے آپ نے مختاری کے امتحان کی تیاری شروع کر دی اور قانونی کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا' پر امتحان میں کامیاب نہ ہوئے''۔(۹)

یعنی مرزا صاحب انگریز کے درپردہ نوکر تھے۔ ظاہری طور پر بھی چار سال کچہری کے ملازم منشی کے طور پر چاکری کی' انگریزی بھی استاد سے پڑھی' مختاری کا امتحان بھی دیا اور ماشاء اللہ فیل ہوئے۔

رگ و ریشہ میں شکر گزاری

مرزا غلام احمد کی زبانِ شیطان ترجمان سے سنیے: ''بباعث اسکے کہ گورنمنٹ انگریزی کے احسانات میرے والد بزرگوار میرزا غلام مرتضیٰ مرحوم کے وقت سے آج تک اس خاندان کے شاملِ حال ہیں' اس لیے نہ کسی تکلّف سے' بلکہ میرے رگ و ریشہ میں شکرگزاری اس معزّز گورنمنٹ کی سمائی ہوئی ہے' میرے والد مرحوم کی سوانح میں سے وہ خدمات کسی طرح الگ نہیں ہو سکتیں جو خلوصِ دل سے اس گورنمنٹ کی خیر خواہی میں بجالائے...... سن ستاون کے مفسدہ (جنگِ آزادی کے بارے میں بکواس ہے۔ محمود) میں جبکہ بے تمیز لوگوں نے اپنی محسن گورنمنٹ کا مقابلہ کر کے ملک میں شور ڈال دیا' تب میرے والد بزرگوار نے پچاس گھوڑے اپنی گرہ سے خرید کر کے اور پچاس سوار بہم پہنچا کر گورنمنٹ کی خدمت میں پیش کیے اور پھر اک دفعہ چودہ سوار سے خدمت گزاری کی اور انھی مخلصانہ خدمات کی وجہ سے وہ اس گورنمنٹ میں ہر دلعزیز ہو گئے' چنانچہ جناب گورنر جنرل کے دربار میں عزت کے ساتھ ان کو کرسی ملتی تھی...... انھوں نے میرے بھائی کو صرف گورنمنٹ کی خدمت گزاری کے لیے بعض لڑائیوں پر بھیجا اور ہر ایک باب میں گورنمنٹ کی خوشنودی حاصل کی...... بعد اس کے' اس عاجز کا بڑا بھائی میرزا غلام قادر جس قدر مدت تک زندہ رہا' اس نے بھی اپنے والد مرحوم کے قدم پر قدم مارا اور گورنمنٹ کی مخلصانہ خدمت میں بہ دل و جان مصروف رہا...... اب میری حالت یہ ہے کہ...... ہم نے اس گورنمنٹ کے وہ احسانات دیکھے جن کا شکر کرنا کوئی سہل بات نہیں' اس لیے ہم اپنی معزز گورنمنٹ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم اس گورنمنٹ کے اُس طرح مخلص اور خیر خواہ ہیں' جس طرح کہ ہمارے بزرگ تھے...... ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اس گورنمنٹ کو ہر ایک شر سے محفوظ رکھے اور اس کے دشمن کو ذلت کے ساتھ پسپا کرے! خدا تعالیٰ نے ہم پر محسن گورنمنٹ کا شکر ایسا ہی فرض کیا ہے جیسا کہ اس کا شکر کرنا...... میں سچ سچ کہتا ہوں کہ محسن کی بدخواہی کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے...... اگر ہم گورنمنٹ برطانیہ سے سرکشی کریں تو گویا اسلام اور خدا اور رسول سے سرکشی کرتے ہیں......'' (۱۰)

ممکن ہے میرزائی اس طویل تحریر کو ''قرآن کی شہادت'' قرار دیں کیونکہ یہ مرزا صاحب کی کتاب ''شہادۃ القرآن'' کی زبان ہے۔ انھوں نے جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کو ''زمانۂ طوفانِ بے تمیزی اور غدر'' قرار دیا۔ اور اپنے والد میرزا غلام مرتضیٰ کے نام جے نکلسن' رابرٹ کسٹ

کمشنر اور رابرٹ ایجرٹن فنانشل کمشنر پنجاب کے سرٹیفکیٹ بھی کتاب میں شائع کیے۔ اور لکھا کہ ان دنوں میں مرزا سلطان احمد (فرزندِ مؤلف) کے لیے تحصیلداری کی خاص سفارش فنانشل کمشنر بہادر نے کی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ ''عالموں کی تلوار قلم ہے اور فقیروں کا ہتھیار دعا''۔ مؤلف نے ان ہتھیاروں کے ساتھ گورنمنٹ کی خیر خواہی و معاونت سے دریغ نہیں فرمایا۔ یہ بھی کہا کہ ''گورنمنٹ انگلشیہ خدا کی نعمتوں سے ایک نعمت ہے۔ یہ ایک عظیم الشان رحمت ہے' یہ سلطنت مسلمانوں کے لیے آسمانی برکت کا حکم رکھتی ہے''۔ (۱۱)

آگے کے پانچ چھ صفحات بھی اسی شکرگزاری کے جذبات سے مملو ہیں۔

''کشتیٔ نوح'' کے پتوار کا پہلا سرا

مرزا صاحب کی تصنیف ''کشتیٔ نوح'' کے پہلے دو صفحے ''گورنمنٹ عالیہ انگریزی'' کی مداحی میں یوں رقم کیے ہیں، جس طرح اہل ایمان اپنے خالق و مالک کی تعریف سے آغاز کرتے ہیں۔ (۱۲)

مرزا صاحب کی ''وحی'' کی حقیقت

مرزا صاحب اپنی کتاب ''حقیقۃ الوحی'' میں اپنے والد کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''مجھے اس خبر کے سننے سے درد پہنچا اور چونکہ ہماری معاش کے اکثر وجوہ انھی کی زندگی سے وابستہ تھے اور وہ سرکار انگریزی کی طرف سے پنشن پاتے تھے اور نیز ایک رقم کثیر انعام کی پاتے تھے''۔ (۱۳)

یعنی..... مرزا صاحب اور ان کا سارا خاندان مرزا غلام مرتضیٰ کی ''خدماتِ جلیلہ'' کے صلے میں انگریز حکومت سے ملنے والے مشاہرے اور انعامات پر پلتے تھے۔

مرزا صاحب کا ''اسلام''

مرزا صاحب نے ''اسلام'' کے عنوان سے سیالکوٹ میں یکم نومبر ۱۹۰۴ء جو لیکچر دیا' وہ ان الفاظ پر ختم ہوا تھا:

''آخر پر ہم اس گورنمنٹ انگریزی کا سچے دل سے شکر کرتے ہیں جس نے اپنی کشادہ دلی سے ہمیں مذہبی آزادی عطا فرمائی۔ یہ آزادی جس کی وجہ سے ہم نہایت ضروری دینی علوم کو

لوگوں تک پہنچاتے ہیں' یہ ایسی نعمت نہیں ہے جس کی وجہ سے معمولی طور پر ہم اس گورنمنٹ کا شکر کریں۔ بلکہ تہِ دل سے شکر کرنا چاہیے...... ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ اس محسن گورنمنٹ کے سچے دل سے شکرگزار رہیں''۔ (۱۴)

''سلطنت انگریزی تمام عیوب سے پاک ہے''

۴ نومبر ۱۹۰۵ء کو انھوں نے لدھیانہ میں جو لیکچر دیا' اس میں بھی حکومت کے آگے اپنے جھکے ہوئے سر کو مزید جھکایا اور کہا: ''اللہ تعالیٰ نے ہم کو ایسی سلطنت اور حکومت میں پیدا کیا ہے جو ہر طرح سے امن دیتی ہے اور جس نے ہم کو اپنے مذہب کی تبلیغ اور اشاعت کے لیے پوری آزادی دی ہے (کیوں نہ دیتے کہ اس مذہب کا بیڑ بھی تو انھوں نے ہی آپ کے ہاتھ میں تھمایا۔ محمود) ہر قسم کے سامان اس مبارک عہد میں ہمیں میسر ہیں...... یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ ہم ایک ایسی سلطنت کے نیچے ہیں جو ان تمام عیوب سے پاک ہے..... چونکہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ ہماری تبلیغ ہر جگہ پہنچ جاوے' اس لیے اس نے ہم کو اس سلطنت میں پیدا کیا''۔ (۱۵)

''دنیا کی واحد امن بخش گورنمنٹ''

مرزا صاحب نے اپنی کتاب ''ازالۂ اوہام'' میں اسے ''امن بخش گورنمنٹ'' قرار دیا اور کہا: ''میرا یہ دعویٰ ہے کہ تمام دنیا میں گورنمنٹ برطانیہ کی طرح کوئی دوسری ایسی گورنمنٹ نہیں جس نے زمین پر ایسا امن قائم کیا ہو۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو کچھ ہم پوری آزادی سے اس گورنمنٹ کے تحت میں اشاعتِ حق کر سکتے ہیں' یہ خدمت ہم مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ میں بیٹھ کر بھی ہرگز بجا نہیں لا سکتے...... ہم پر اور ہماری ذُرّیت پر یہ فرض ہو گیا کہ اس مبارک گورنمنٹ برطانیہ کے ہمیشہ شکرگزار رہیں''۔ (۱۶)

''احادیث میں انگریزی سلطنت کی تعریف''

''تریاق القلوب'' میں انھوں نے کہا: ''یہ جو حدیثوں میں آیا ہے کہ مسیح حکم ہو کر آئے گا اور وہ اسلام کے تمام فرقوں پر حاکمِ عام ہو گا جس کا ترجمہ انگریزی گورنر جنرل ہے' سو یہ گورنری اس زمین کی نہیں ہو گی بلکہ ضرور ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ ابن مریم کی طرح غربت اور خاکساری

سے آوے۔ سو ایسا ہی وہ ظاہر ہوا' تا وہ باتیں پوری ہوں جو صحیح بخاری میں ہے کہ یضع الحرب یعنی وہ مذہبی جنگوں کو موقوف کر دے گا اور اس کا زمانہ امن اور صلح کاری کا ہوگا۔ جیسا کہ یہ بھی لکھا ہے کہ اس کے زمانہ میں شیر اور بکری ایک گھاٹ سے پانی پئیں گے اور سانپوں سے بچے کھیلیں گے اور بھیڑیے اپنے حملوں سے باز آئیں گے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ ایک ایسی سلطنت کے زیرِ سایہ پیدا ہوگا جس کا کام انصاف اور عدل گستری ہوگا۔ سو' ان حدیثوں سے صریح اور کھلے طور پر انگریزی سلطنت کی تعریف ثابت ہوتی ہے''۔ (۱۷)

آگے چل کر دعویٰ کرتے ہیں کہ ''میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعتِ جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کیے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں''۔ (۱۸)

''تریاق القلوب'' کے آخر میں صفحہ نمبر ۳ میں مرزا صاحب نے ''حضور گورنمنٹ عالیہ میں ایک عاجزانہ درخواست'' میں اپنے والد میرزا غلام مرتضیٰ کی انگریزوں کے لیے کی گئی جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے مجاہدین کے خلاف کارروائیاں گنوائیں اور لکھا کہ ''جنھوں (والد) نے بہت سی مصیبتوں کے بعد گورنمنٹ انگریزی کے عہد میں آرام پایا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ دل سے اس گورنمنٹ سے پیار کرتے تھے اور اس گورنمنٹ کی خیر خواہی ایک میخ فولادی کی طرح ان کے دل میں دھنس گئی تھی...... لیکن میں اس بات کا فیصلہ نہیں کر سکتا کہ اس گورنمنٹ محسنہ انگریزی کی خیر خواہی اور ہمدردی میں مجھے زیادتی ہے یا میرے والد مرحوم کو' بیس برس کی مدت سے میں اپنے دلی جوش سے ایسی کتابیں زبان فارسی اور عربی اور اُردو انگریزی میں شائع کر رہا ہوں کہ اس گورنمنٹ کے سچے خیر خواہ اور دلی جاں نثار ہو جائیں۔ اور اس گورنمنٹ محسنہ کے ناشکر گزار نہ بنیں اور نمک حرامی سے خدا کے گنہگار نہ ٹھہریں کیونکہ یہ گورنمنٹ ہمارے مال اور خون اور عزت کی محافظ ہے......''۔ (۱۹)

''دانا' دور اندیش اور مدبّر گورنمنٹ''

کتاب ''آریہ دھرم'' میں بھی کئی مقام پر انگریز حکومت کی تعریف و ثنا میں رطب اللسان دکھائی دیتے ہیں۔ ''ہماری مدبّر گورنمنٹ کی مشکلات'' کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ ''ناظرین جانتے ہیں کہ یہ گورنمنٹ کس قدر دانا اور دور اندیش اور اپنے تمام کاموں میں بااحتیاط ہے اور کیسی کیسی عمدہ تدابیر اور رفاہِ عام کے لیے اس کے ہاتھ سے نکلتی ہیں......'' (۲۰)

''انگریز حکومت کی اطاعت واجب ہے''

مرزا صاحب نے براہینِ احمدیہ' حصہ چہارم میں لکھا: ''اسلام کا ہرگز یہ اصول نہیں ہے کہ مسلمانوں کی قوم جس سلطنت کے ماتحت رہ کر اس کا احسان اٹھاوے' اس کے ظلِّ حمایت میں بہ امن و آسائش رہ کر اپنا رزق مقسوم کھاوے' اس کے انعاماتِ متواترہ سے پرورش پاوے' پھر اسی پر عقرب کی طرح نیش چلاوے اور اس کے سلوک اور مروّت کا ایک ذرّہ شکر بجا نہ لاوے' بلکہ ہم کو ہمارے خداوندِ کریم نے اپنے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے یہی تعلیم دی ہے کہ ہم نیکی کا معاوضہ بہت زیادہ نیکی کے ساتھ کریں اور منعم کا شکر بجا لاویں۔ اور جب کبھی ہم کو موقع ملے تو ایسی گورنمنٹ سے بدل صدق کمال ہمدردی سے پیش آویں اور بہ طیبِ خاطر' معروف اور واجب تلوار پر اطاعت اٹھاویں''۔ (۲۱)

''مکّہ' مدینہ یا قسطنطنیہ والے درندوں کے بطور ہیں''

''براہینِ احمدیہ'' حصہ پنجم میں ایک جگہ لکھا: ''میرے بیان میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہوگا جو گورنمنٹ انگریزی کے برخلاف ہو اور ہم اس گورنمنٹ کے شکرگزار ہیں کیونکہ ہم نے اس سے امن اور آرام پایا ہے''۔ (۲۲)

دوسری جگہ کہا: ''میں جوان تھا اور اب بوڑھا ہو گیا۔ قدیم سے میں نے اپنی بہت سی کتابوں میں بار بار یہی شائع کیا ہے کہ اس گورنمنٹ کے ہمارے سر پر احسان ہیں کہ اس کے زیرِ سایہ ہم آزادی سے اپنی خدمتِ تبلیغ پوری کرتے ہیں اور آپ جانتے ہیں کہ ظاہری اسباب کی رو سے آپ کے رہنے کے لیے اور بھی ملک ہیں اور اگر آپ اس ملک کو چھوڑ کر مکہ میں یا مدینہ میں یا قسطنطنیہ میں چلے جائیں تو سب ممالک آپ کے مذہب اور مشرب کے موافق ہیں۔ لیکن اگر میں جاؤں تو میں دیکھتا ہوں کہ وہ سب لوگ میرے لیے بطور درندوں کے ہیں''۔ (۲۳)

معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کے والد، بھائی، بیٹا، پوتا اور وہ خود انگریز حکومت کے وظیفہ خوار تھے۔ اس لیے ان کے نزدیک یہ تمام عیوب سے پاک تھی، دنیا کی واحد امن بخش حکومت تھی، ان کے نزدیک احادیث میں بھی اسی حکومت کی تعریف ہے۔ وہ اس حکومت کی اطاعت کو واجب قرار دیتے ہیں۔ اور، اگرچہ پچاس الماریوں والی ''بانگ'' ان کے دیگر تمام جھوٹوں کی طرح بہت بڑا جھوٹ ہے لیکن بہرحال انھوں نے اپنی قریباً ہر تحریر میں اس گورنمنٹ کی مدح وثنا کی ہے۔ مرزا صاحب مکہ، مدینہ اور قسطنطنیہ والوں کو اپنے لیے درندے تصوّر کرتے ہیں۔ شاید اسی لیے پاکستان میں اپنے کفر کا اعلان ہونے کے بعد قادیانی اپنے نبی صاحب کے موجد ومخترع ملک انگلستان میں جا بسے ہیں۔

حواشی اور حوالہ جات

(۱) عبدالقادر (سابق سوداگرمل) حیاتِ طیبہ۔ عبداللطیف شاہد گجراتی پرنٹر پبلشر مسجد احمدیہ، بیرون دہلی دروازہ، لاہور۔ مطبع اُردو پریس، لاہور۔ ایڈیشن اوّل۔ ۱۹۵۹ء۔ ص ۷ (میرے پاس ایڈیشن دوم ہے جس پر عبدالقادر نے ۴ مارچ ۱۹۶۰ء کو پیش لفظ لکھا)

(۲) حیاتِ طیبہ ص ۹ (بحوالہ ''تذکرہ رؤسائے پنجاب'' جلد دوم۔ ص ۶۷، ۶۸)

(۳) ایضاً۔ ص ۱۰

(۴) ایضاً۔ ص ۱۲

(۵) ایضاً۔ ص ۱۶

(۶) ایضاً۔ ص ۱۶

(۷) ایضاً۔ ص ۲۴ (بحوالہ ''سیرۃ المہدی'' حصہ اول۔ طبع اول۔ ص ۴۸)

(۸) ایضاً۔ ص ۲۵

(۹) ایضاً۔ ص ۳۰، ۳۲

(۱۰) مرزا غلام احمد قادیانی ''سلطان القلم''۔ شہادۃ القرآن۔ نظارتِ اصلاح وارشاد، ربوہ۔ ۱۹۶۸۔ ص الف تا د (پہلی بار سات سو کی تعداد میں پنجاب پریس، سیالکوٹ میں چھپی تھی)

(۱۱) شہادۃ القرآن۔ ص ذ تا غ

(۱۲) مرزا غلام احمد قادیانی ''سلطان القلم''۔ کشتی نوح۔ نظارتِ اصلاح وارشاد، ربوہ۔ س ن۔ ص ۳، ۴، ۷

(۱۳) میرزا غلام احمد۔ حقیقۃ الوحی۔ احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام، لاہور۔ ۱۹۵۲۔ ص ۲۱۰

(۱۴) اسلام (میرزا غلام احمد قادیانی کا لیکچر سیالکوٹ) الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ، ربوہ، س ن۔ ص ۶۸

(۱۵) لیکچر لدھیانہ۔ الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ، ربوہ، س ن۔ ص ۳۳، ۳۴ (بنیادی طور پر مرزا صاحب کا یہ لیکچر ''بدر'' کی ۲۰ دسمبر ۱۹۰۶ کی اشاعت میں چھپا)

(۱۶) میرزا غلام احمد۔ ازالۂ اوہام۔ حصہ اول۔ مطبع ریاضِ ہند۔ باراول ۱۳۰۸ھ (میرے ذخیرۂ کتب میں جو نسخہ ہے، اس کے گتے پر احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام، لاہور بطور ناشر درج ہے)

(۱۷) مرزا غلام احمد از قادیانی تریاق القلوب۔ ضیاء الاسلام پریس، قادیان۔ ص ۱۵ (مرزا صاحب نے کتاب کے آخر میں اپنے نام کے ساتھ ۴ نومبر ۱۹۰۰ کی تاریخ لکھی ہے)

(۱۸) ایضاً۔ ص ۲۵

(۱۹) ایضاً۔ ص ۳۰۷

(۲۰) میرزا غلام احمد۔ آریہ دھرم۔ مینیجر بک ڈپو تالیف واشاعت، قادیان۔ دسمبر ۱۹۳۶۔ ص ۶۲

(۲۱) مرزا غلام احمد قادیانی۔ براہینِ احمدیہ (حصہ چہارم)۔ حضرت میرزا غلام احمد فاؤنڈیشن، لاہور۔ طبع چہارم۔ ۱۹۰۶۔ ص ۱۸۳ (پہلی بار کتاب سفیرِ ہند پریس، امرتسر میں ۱۸۸۰ میں چھپی۔ کتاب کا پورا نام ''البراہین الاحمدیہ علیٰ حقیقتِ کتاب اللہ القرآن والنبوۃ المحمدیہ'' ہے)

(۲۲) مرزا غلام احمد قادیانی۔ براہینِ احمدیہ، حصہ پنجم۔ احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور۔ س ن۔ ص ۲۱۵

(۲۳) ایضاً۔ ص ۱۴۱، ۱۴۲

☆......☆......☆

موروثی اَمراض کا شکار

مرزا غلام احمد قادیانی کی تصانیف اور اُن کے بارے میں ان کے ماننے والوں کی تحریرات سے یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ ان کی زندگی پر ان کے والد اور خاندان کے دوسرے لوگوں کی خصوصیات کا بہت اثر تھا' حتیٰ کہ روح فرسا اور جاں لیوا امراض بھی انھیں توارُث کے ذریعے ملے تھے۔

مرزا صاحب کے روح فرسا مرض کا ذکر الگ کیا جا رہا ہے کہ ان کے والد مرزا غلام مرتضیٰ انگریزوں کے ٹاؤٹ تھے' جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء میں انھوں نے مجاہدینِ جنگ آزادی کے مقابلے میں ایک مرتبہ پچاس گھوڑے اور پچاس سوار اور دوسری مرتبہ کچھ کم تعداد میں انگریز حکومت کی مدد کے لیے دیئے۔ علامہ فضل حق خیر آبادیؒ' احمد اللہ مدراسی' کفایت علی کافی اور دوسرے مجاہدین کی جِدّوجُہدِ آزادی میں ناکامی اور شہادت وغیرہ کے کارناموں میں مرزا غلام مرتضیٰ جیسے غدّاروں کا ہاتھ تھا۔ اسی لیے انگریز حکومت آخر تک انھیں وظائف و تحائف دیتی رہی اور انگریز حکمران انھیں اپنے دربار میں اس تکریم سے نوازتے رہے جو دوسرے کاسہ لیسوں کو دی جاتی تھی۔

انگریز حکومت کی چمچہ گیری کا یہ مرض باپ سے بیٹوں' مرزا غلام قادر اور مرزا غلام احمد کی رگ و ریشہ میں خون بن کر دوڑتا رہا۔ اور یہ انگریز کی ملازمت اور مدّاحی میں ''نام ور'' ہوئے۔ پھر مرزا غلام احمد کا بیٹا' مرزا سلطان احمد اور پوتا مرزا عزیز احمد بھی اسی مرض کے خوشگوار اور زندگی بخش اثرات سے مُتمتّع ہوتے رہے۔

خود ''نبی صاحب'' (مرزا غلام احمد) اپنی ''نبوت'' سے لے کر تبلیغ کی آسانیوں تک انگریز حکومت کی کرم نمائیوں سے مستفید بھی ہوئے اور جس کا کھاتے تھے' اس کے گُن بھی گاتے رہے' چنانچہ کہا کہ میں نے انگریز حکومت کی تعریف و ثنا میں اتنا کچھ لکھا ہے کہ اگر وہ سارا اکٹھا کیا جائے تو پچاس الماریاں بھر جائیں۔ (۱)

حضور رسولِ اکرم رحمتِ ہر عالم محمدٌ' رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد انگریز حکومت کی اشیر باد سے نبوت کا دعویٰ کرنے والا یہ شخص چونکہ جھوٹی نبوت کا دعویدار تھا' اس لیے جھوٹ اس کی رگ و پے میں زندگی بن کر دوڑتا تھا۔ یہ پچاس الماریوں والا جھوٹ بھی اس کے تمام مکذوبات کی طرح ہے۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ مرزا صاحب کی تو تمام کتابیں اور سارے اشتہارات اکٹھے رکھے جائیں تو ایک الماری کا پیٹ بھی شاید نہ بھرے' پھر پچاس الماریوں والی دُرفنطنی کیا رب کریم نے اس شخص سے اس لیے نہیں کہلوا دی کہ ہر شخص جان لے کہ یہ کتنا جھوٹا ہے۔

جو بدبخت اللہ پر جھوٹ باندھ سکتا ہے' جو اپنے دعاوی میں جھوٹ کے طومار باندھتا ہے' اس کے لیے پچاس الماریوں والا فقرہ تعجُّب انگیز نہیں۔ لیکن اس سے یہ ضرور ظاہر ہو جاتا ہے کہ اس نے انگریز حکومت کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے بھی ملائے اور اسے خوش کرنے کے لیے پچاس الماریاں بھی دکھا دیں۔

بہرحال انگریز حکومت کی کاسہ لیسی مرزا غلام احمد قادیانی کا موروثی مرض تھا اور اس مرض کے اثرات سے اس کی زندگی کا کوئی لمحہ خالی نہیں تھا۔

مرزا صاحب کے دوسرے موروثی مرض کا تعلق بھی ممکن ہے' اس پہلے اور بڑے مرض ہی کا شاخسانہ ہو۔ وہ اپنے باپ کو غداری کے صلے میں ملنے والی رقوم پر پلتے رہے۔ خود لکھتے ہیں: ''مجھے اس خبر (والد کی وفات) کے سننے سے درد پہنچا اور چونکہ ہماری معاش کے اکثر وجوہ انھی کی زندگی سے وابستہ تھے اور وہ سرکار انگریزی کی طرف سے پنشن پاتے تھے اور نیز ایک رقم کثیر انعام کی پاتے تھے ......'' (۲) بھائی' بیٹا' پوتا سب اس حکومت کے ملازم تھے۔ خود مرزا صاحب چار سال تک کچہری میں ملازم رہے۔ اور اصل ملازمت یہ تھی کہ حکومت نے انھیں ''نبوت'' کے عہدے سے بھی سرفراز کیا تاکہ مسلمانوں کے اندر سے ''روحِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' نکال دیں اور جہاد کے حکم کو منسوخ کر دیں جس سے انگریز خائف تھے۔

ایک نئی نبوت کا ڈول ڈال کر مرزا صاحب ثروت ہوتے گئے۔ ان کے ''خدا'' نے انھیں بہت سے ایسے الہامات سے نوازا' جن کے نتیجے میں انھیں مختلف اطراف سے بھی رقوم وصول ہوتی رہیں' جو کچھ اور جتنا کچھ انگریز حکومت اپنے خودساختہ نبی کو دیتی تھی' اس کا حساب نہیں۔

باپ کی طرف سے جو کمائی ان کے پیٹوں میں گئی وہ بھی ہندوستان کے باسیوں سے غداری کے صلے میں ملتی تھی اس طرح اس خاندان کی پرورش و پرداخت قصرِ نبوت میں نقب لگانے اور مسلمانوں کے مجموعی مفادات کو انگریز ہاتھوں میں بیچ کھانے سے ملنے والی روزی سے ہوتی رہی...... اور اسی سے دوسرا موروثی مرض ظاہر ہوا۔

توارُث کی یہ صورت بھی مرزا غلام احمد کے والد مرزا غلام مرتضیٰ سے چلی۔ یہ جاں لیوا مرض بھی شاید انگریز حکومت کی کاسہ لیسی اور چمچہ گیری کے روح فرسا مرض کے زیرِ اثر پیدا ہُوا۔ اس خاندان کے سب لوگ ہیضے یا ان کے اپنے الفاظ میں پیچش اور اسہال کے مرض سے فوت ہوئے۔ ''کتاب البریہ'' (حاشیہ صفحہ ۱۵۹) کے حوالے سے مرزا صاحب کے ''سیرت نگار'' عبدالقادر (سابق سوداگرمل) نے مرزا صاحب کی تحریر نقل کی کہ ''حضرت والد صاحب صرف چند روز بیمار رہ کر مرض پیچش سے فوت ہو گئے''۔ (۳)

''حقیقۃ الوحی'' میں ''ایک سو پانچواں نشان'' کے عنوان میں مرزا غلام احمد لکھتے ہیں: ''ایک دفعہ میرے بھائی مرزا غلام قادر صاحب مرحوم کی نسبت مجھے خواب میں دکھلایا گیا کہ ان کی زندگی کے تھوڑے دن رہ گئے ہیں جو زیادہ سے زیادہ پندرہ دن ہیں۔ بعد میں وہ ایک دفعہ سخت بیمار ہو گئے۔ یہاں تک کہ صرف استخوان باقی رہ گئیں۔ اور اس قدر دُبلے ہو گئے کہ چارپائی پر بیٹھے ہوئے نہیں معلوم ہوتے تھے کہ کوئی اس پر بیٹھا ہوا ہے یا خالی چارپائی ہے۔ پاخانہ اور پیشاب اوپر ہی نکل جاتا تھا''۔ (۴)

''تریاق القلوب'' میں اپنے ایک بار کے مرض کے متعلق مرزا صاحب لکھتے ہیں: ''ایک مرتبہ میں سخت بیمار ہوا۔ یہاں تک کہ تین مختلف وقتوں میں میرے وارثوں نے میرا آخری وقت سمجھ کر مسنون طریقہ پر مجھے تین مرتبہ سورۂ یٰسٓ (مرزا صاحب نے ''سورہ یٰسین'' لکھا ہوا ہے جو ان کی جہالت کا شاہکار ہے۔ یہ دو حروفِ مُقطّعات ہیں ی اور س) جب تیسری مرتبہ سورہ یٰسین سنائی گئی تو میں دیکھتا ہوں کہ بعض عزیز میرے جو اب وہ دنیا سے گزر بھی گئے دیواروں کے پیچھے بے اختیار روتے تھے۔ اور مجھے ایک قسم کا سخت قولنج تھا اور بار بار دم بدم حاجت ہو کر خون آتا تھا۔ سولہ دن برابر ایسی حالت رہی''۔ (۵) اس واقعے کا تذکرہ سیرت نگار عبدالقادر نے بھی کیا ہے اور ساتھ میں سن واردات بھی لکھ دیا ہے۔ ۱۸۸۰ء (۶)

''سیرت طیبہ'' میں ''وصالِ اکبر ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء'' کے ذیل میں مرزا صاحب کے صاحبزادہ مرزا بشیر احمد کی کتاب ''سلسلۂ احمدیہ'' سے نقل کیا گیا ہے: ''کوئی گیارہ بجے کا وقت ہو گا کہ آپ کو پاخانے کی حاجت محسوس ہوئی اور آپ اٹھ کر رفع حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ کو اکثر اسہال کی تکلیف ہو جایا کرتی تھی۔ اب بھی ایک دست آیا اور آپ نے کمزوری محسوس کی۔ اور واپسی پر حضرت والدہ صاحبہ کو جگایا...... وہ آپ کی چارپائی پر بیٹھ کر پاؤں دبانے لگ گئیں۔ اتنے میں آپ کو پھر حاجت محسوس ہوئی اور آپ رفع حاجت کے لیے گئے...... کمزوری لحظہ بہ لحظہ بڑھتی گئی اور اس کے بعد ایک اور دست آیا...... ضعف لحظہ بہ لحظہ بڑھتا جاتا تھا۔ آخر دس بجے صبح کے وقت نزع کی حالت پیدا ہو گئی''۔ (۷)

یہ ہیضہ تھا یا نہیں۔ موت کس کیفیت میں ہوئی بیت الخلا میں یا باہر؟ ہم اس بارے میں کچھ یوں نہیں کہہ سکتے کہ ہم خود ان کی مستند کتابوں کے مندرجات پر انحصار کر رہے ہیں سیرت نگار نے البتہ یہ ضرور لکھ دیا ہے کہ ''مخالفین نے علاوہ طرح طرح کی لغویات اور خلاف انسانیت حرکات کے یہ بھی کیا کہ ریلوے افسروں کو یہ جھوٹی خبر پہنچائی کہ میرزا صاحب کی وفات ہیضہ سے ہوئی ہے۔ یہ حرکت اِس غرض کو مدِ نظر رکھ کر تھی کہ ہیضے سے فوت ہو جانے والے کی نعش کا ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا متعدی بیماری ہونے کی وجہ سے ریلوے قانون کے خلاف تھا...... مخالفوں کی اس شرارت کا احمدیوں کو بھی علم ہو چکا تھا اس لیے مکرم شیخ رحمت اللہ صاحب ڈاکٹر میجر سدرلینڈ پرنسپل میڈیکل کالج لاہور کے پاس گئے جو آخر وقت میں حضرت اقدس کے علاج کے لیے بلائے گئے تھے...... انھوں نے یہ سرٹیفکیٹ دیا کہ آپ کی وفات ہیضے سے ہرگز نہیں بلکہ اعصابی تکان کے دستوں سے ہوئی ہے...... جب میجر ڈاکٹر سدرلینڈ کا سرٹیفکیٹ پیش کر دیا گیا تو (ریلوے نے) اجازت دے دی اور جنازہ سیکنڈ کلاس کی گاڑی میں جو ریزرو کرائی گئی تھی رکھوا دیا گیا''۔ (۸)

''تحریکِ احمدیت'' میں بھی ہے: ''حضور کو اسہال کی بیماری بہت دیر سے تھی اور جب آپ کوئی دماغی کام زور سے کرتے تھے تو یہ عارضہ ہو جاتا تھا جس سے نبض ساقط ہو جاتی تھی...... ۲۵ مئی کی شام کو حضور نے کھانے کے چند نوالے ہی کھائے تھے کہ اسہال کی حاجت ہوئی......'' (۹)

یہ ہیضہ تھا یا نہیں تھا۔ مرزا صاحب نے اپنی جان بیت الخلا میں ملک الموت کے حوالے کی یا چارپائی پر...... یہ ہمارا موضوع نہیں۔ میں تو یہ عرض کر رہا تھا کہ انگریز حکومت کی کاسہ لیسی اور خدمت کے روح فرسا مرض کے نتیجے میں اس خاندان کو جو جاں لیوا مرض لاحق رہا' وہ پیچش' دست اور اسہال کی صورت میں تھا۔ شاید قدرت یہ بتانا چاہتی تھی کہ انگریز حکومت کی توصیف و مدحت اور خدمت کے نتیجے میں ملنے والے لقمے نتائج خیز رہے۔

حواشی

(۱) مرزا غلام احمد۔ تریاق القلوب۔ ضیاء الاسلام پریس' قادیان۔ شاید نومبر ۱۹۰۰ء۔ ص ۲۵

(۲) مرزا غلام احمد۔ حقیقۃ الوحی۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام' لاہور۔ ۱۹۵۲ء۔ ص ۲۱۰

(۳) عبدالقادر (سابق سوداگرمل)۔ سیرت طیبہ۔ ص ۵۰ (ایڈیشن دوم کے آخر میں لکھا ہے:
''حکیم مولوی عبداللطیف شاہد گجراتی پرنٹر پبلشر مسجد احمدیہ' بیرون دہلی دروازہ' لاہور نے اپنے زیر اہتمام اُردو پریس' میکلوڈ روڈ' لاہور سے چھپوا کر شائع کی۔ ایڈیشن دوم کی ''عرضِ حال'' میں عبدالقادر کے نام کے ساتھ ۴ مارچ ۱۹۶۰ء تحریر ہے)

(۴) حقیقۃ الوحی۔ ص ۲۵۴

(۵) تریاق القلوب۔ ص ۴۷

(۶) سیرت طیبہ۔ ص ۵۷

(۷) ایضاً۔ ص ۴۵۷۔ ۴۵۸

(۸) ایضاً۔ ص ۴۶۰۔ ۴۶۱

(۹) دوست محمد شاہد۔ تحریک احمدیت۔ جلد سوم۔ ادارۃ المصنفین' ربوہ۔ ص ۵۵۲ (دیباچہ' طبع اوّل ابوالمنیر نورالحق نے لکھا۔ ساتھ میں تاریخ بھی ہے۔ ۲۰ دسمبر ۱۹۶۲ء)

☆......☆......☆

قادیانیت اور ابوالکلام آزاد

استاذ الاساتذہ ڈاکٹر سید عبداللہ ''اقبال اور ابوالکلام کے ذہنی فاصلے'' میں لکھتے ہیں کہ

''قادیانیوں سے متعلق اقبال کے خیالات سب کو معلوم ہیں مگر ابوالکلام کی کوئی متشددانہ رائے ان کے بارے میں ظاہر نہیں ہوئی۔ قتل مرتد کے مسئلے پر بھی یہی حال ہے۔ غرض اس نوع کے جملہ مسائل میں ابوالکلام کا میلان لبرل اور اقبال کا میلان متشددانہ ہے۔''

(سید عبداللہ، ڈاکٹر۔ مسائل اقبال۔ مغربی پاکستان اُردو اکادمی' لاہور ایڈیشن اوّل 1974۔ صفحہ 225)

6 اپریل 1956ء کو ڈاکٹر انعام اللہ خان سالانہ پنشنر بلوچستان نے ابوالکلام کو لکھا۔

''یہ مرزائی آپ کی طرف مختلف معاملات منسوب کرتے رہتے ہیں اور بعض حوالہ جات بھی دیتے رہتے ہیں مثلاً تذکرہ، وکیل وغیرہ۔ وہ کہتے ہیں' مولانا وفات مسیح کے قائل ہیں۔ کبھی کہتے ہیں مولانا نے مرزا صاحب کی تعریف کردی ہے۔ براہ کرم ایسی فیصلہ کن کتاب لکھ دیں کہ پھر بولنے کی جرأت نہ رہے۔''

ابوالکلام نے سائل کو جو جواب دیا' وہ جتنا مستور ہے' حقیقت میں اس سے زیادہ کھلا ہے۔ کہتے ہیں۔

''وفات مسیح کا ذکر خود قرآن میں ہے۔ مرزا صاحب کی تعریف یا برائی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اس لیے کہ

تو بُرا ہے تو بھلا ہو نہیں سکتا اے ذوق
وہ بُرا خود ہے کہ جو تجھ کو بُرا جانتا ہے''

(اجمل خاں (مرتب)۔ ملفوظات آزاد۔ مکتبہ ماحول' کراچی۔ پہلی بار۔ اکتوبر 1961۔ صفحہ 130)

عبدالمجید سالک بٹالوی نے ''یارانِ کہن'' میں ابوالکلام کے ذکر میں لکھا تھا:

''مولانا ابوالکلام مرزا صاحب (غلام احمد قادیانی) کے دعویٰ مسیحیت موعود سے تو کوئی سروکار نہ رکھتے تھے لیکن ان کی غیرت اسلامی اور حمیت دینی کے قدردان ضرور تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جن دنوں مولانا' امرتسر کے اخبار ''وکیل'' کی ادارت پر مامور تھے اور مرزا صاحب کا انتقال بھی انھی دنوں میں ہوا تھا تو مولانا نے مرزا صاحب کی حمایت اسلامی پر ایک شاندار شذرہ لکھا۔ امرتسر سے لاہور آئے اور یہاں سے مرزا صاحب کے جنازے کے ساتھ بٹالے تک گئے۔۔۔۔''

''یاران کہن'' مطبوعات چٹان لمیٹڈ' لاہور نے چھاپی تھی۔ کوئی گیارہ سال بعد کتاب کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا تو سالک صاحب فوت ہو چکے تھے۔ ناشر (شورش کاشمیری) نے لکھا کہ سالک صاحب 23 اپریل 1956 کے ''چٹان'' میں اس تحریر کی تردید و تصحیح فرما چکے ہیں۔ اس لیے مولانا غلام رسول مہر نے حسب تردید تصحیح فرما دی ہے۔

(عبدالمجید سالک۔ یاران کہن۔ مطبوعات، چٹان لمیٹڈ، لاہور۔ ایڈیشن دوم 1967، صفحہ 5)

اس طرح شورش اور غلام رسول مہر صاحبان نے بزعم خویش معاملہ ٹھیک کر دیا لیکن نہیں جانتے تھے کہ سیّد انیس شاہ جیلانی اس مسئلے پر عبدالمجید سالک کے خطوط شائع کر کے معاملے کو پوری طرح ''بگاڑ'' دیں گے۔ جیلانی نے اپنی کتاب ''نوازش نامے'' میں اس موضوع پر لکھا

ہفت روزہ ''دعوت'' لاہور اسے لے اڑا اور اپنی 31 جنوری 1956 کی اشاعت میں ''مسٹر عبدالمجید سالک کی بہتان طرازی'' عنوان باندھا اور لکھا۔۔۔ آئندہ شمارے میں پس منظر یہ پیش کیا گیا کہ ''وکیل'' کا شذرہ مولانا کے قلم سے نہیں تھا' بٹالہ نہیں گئے۔ شورش سے التجائیں (الجھے اس ڈر سے نہیں کہ جواب ترکی بہ ترکی ملتا۔۔۔) کہ یہ صفحات ہی کتاب سے اُڑا دو۔۔۔ ''دعوت'' کی تحریک پر مولانا آزاد کے سیکرٹری اجمل خاں کا ایک تردیدی ''چٹھا'' بھی آ گیا اور ''چٹان'' میں شائع بھی ہو گیا۔ ادھر سالک نے بھی از راہِ مروت در فع شر اپنے لکھے پر اصرار نہ

ہونے کا اقرار نامہ چھپوا دیا۔ یاروں نے بزعم خود میدان مار لیا تھا لیکن سنجیدہ طبقہ سالک اور واقعات کو بخوبی جانتا تھا۔۔۔ شورش جیسا غالی ابوالکلامی پوری ذمہ داری کے ساتھ ناشر کے فرائض انجام دے تو اس میں شک نہیں رہ جاتا کہ جو کچھ سالک کے قلم سے نکلا' وہ حقائق کی واضح اور صحیح تصویر ہے۔۔۔ اور مولانا' قادیانیوں کے باب میں آخر وقت تک رواداری ہی برتتے رہے۔ ہاں دکھاوے کے لئے تردید بھی کر دی۔''

(انیس شاہ جیلانی' سیّد (مرتب)۔ نوازش نامے حیرت شملوی اکادمی محمد آباد۔ ایڈیشن اوّل 1965۔ صفحہ 11'12'13)

''نوازش نامے'' مرتبہ سیّد انیس شاہ جیلانی میں سالک کا 9 فروری 1956ء کا خط ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''میں نے جو کچھ لکھا ہے' وہ بالکل حقیقت ہے۔ وکفیٰ باللہ شہیدا۔ مولانا ابوالکلام آزاد سے بارہا لوگوں نے استفتا کیا جس کا مقصد یہ تھا کہ وہ مرزا قادیانی کو کافر قرار دیں لیکن انھوں نے ہمیشہ یہی کہا کہ مرزا صاحب کافر نہیں' مؤول ضرور ہیں۔ اور مؤول کو گمراہ کہا جا سکتا ہے' کافر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہ واقعہ ہے کہ مولانا ابوالکلام آزاد جب اخبار ''وکیل'' کے ایڈیٹر تھے اور زیادہ سے زیادہ اٹھارہ بیس سال کے تھے' مرزا غلام احمد کے انتقال پر ان کے جنازے کے ساتھ بٹالہ تک گئے اور انھوں نے مرزا صاحب کے انتقال پر ''وکیل'' میں ایک تعریفی نوٹ لکھا جس کو مرزائی سینکڑوں دفعہ دہرا چکے ہیں۔ لیکن مولانا نے کبھی اس کی تردید نہیں کی' نہ یہ لکھا کہ یہ نوٹ میرے قلم سے نہیں ہے۔۔۔ میں نے جو کچھ دیکھا' لکھ دیا ہے۔ اس کے غلط یا صحیح ہونے کے متعلق اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جواب دہ ہوں۔''

(ایضاً۔ صفحہ 15'16)

13 فروری 1956ء کو انیس شاہ جیلانی کے نام اپنے دوسرے خط میں عبدالمجید سالک بٹالوی نے لکھا:

''مجھے شورش صاحب نے بتایا کہ مولانا ابوالکلام آزاد کے پرائیویٹ سیکرٹری مولوی اجمل خان نے دو باتوں کی تردید کی ہے اور لکھا ہے کہ مولانا' مرزا غلام احمد کے جنازے کے ساتھ امرتسر سے بٹالہ تک نہیں گئے اور مرزا صاحب کے انتقال پر جو شذرہ ''وکیل'' میں چھپا تھا' وہ مولانا کا لکھا ہوا نہ تھا' بلکہ کوئی صاحب عبدالمجید کپورتھلوی تھے' انھوں نے لکھا تھا۔۔۔اب میں کیا عرض کروں۔مرزائیوں نے آج سے 48 سال پہلے بیان کیا تھا کہ مولوی محی الدین احمد آزاد' کلکتہ والے' جو ''وکیل'' کے ایڈیٹر ہیں' انہوں نے بے حد ہمدردی کا اظہار کیا اور ہمارے ساتھ امرتسر سے بٹالہ تک گئے جب ہم مرزا صاحب کا جنازہ لے جا رہے تھے۔اب اگر مولانا نصف صدی کے بعد اس کا انکار کرتے ہیں تو میرے لیے اس کے سوا کیا چارہ ہے کہ سرِتسلیم خم کردوں۔شذرہ کو شائع کر کے اس کو مولانا ابوالکلام سے منسوب کیا لیکن اس طویل مدت میں مولانا یا ان کے کسی قریبی نیازمند نے اس کی تردید نہ کی۔ حالانکہ اُس وقت تردید کی ضرورت تھی۔اس کے علاوہ جب مولانا ''وکیل'' کے ایڈیٹر تھے تو اس کے ایڈیٹوریل صفحہ کے تمام مندرجات کی ذمہ داری لازماً انھی پر عائد ہوتی ہے۔لیکن ان تمام باتوں کے باوجود مجھے اپنی تحریر پر ہرگز اصرار نہیں۔ مجھے مولانا ابوالکلام آزاد کے ساتھ گزشتہ چالیس سال سے جو قلبی و روحانی تعلق ہے' وہ مرزا غلام احمد یا احمدیوں سے کیونکر ہوسکتا ہے۔میں ایک مختصر سا کھلا مکتوب ''چٹان'' کے ذریعے سے پیش کر رہا ہوں جو غالباً آئندہ ہفتے کے ''چٹان'' میں شائع ہو جائے گا۔''

(ایضاً۔صفحہ 17'18'19)

7 مارچ 1956 کے خط میں سالک بٹالوی نے مزید لکھا:

''آج ربوہ سے مجھے یہ اقتباس موصول ہوا ہے' از آئینہ صداقت مرتبہ مفتی محمد صادق صاحب مطبوعہ جولائی 1908 ءنول کشور سٹیم پریس' لاہور۔ص 113۔

''مسلمان صاحبان نے بھی ایسا ہی شرافت کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا۔مثلاً خواجہ یوسف شاہ رئیس و آنریری مجسٹریٹ امرتسر' ایڈیٹر ''کرانیکل'' کلکتہ اور جناب مولانا ابوالکلام آزاد جو ہمدردی کے اظہار میں اسٹیشن تک تشریف

لائے۔۔۔(وغیرہ)۔'' مجھے یاد تھا کہ مولانا اسٹیشن تک ہی تشریف نہیں لائے بلکہ گاڑی میں بیٹھ کر بٹالہ تک گئے۔کم از کم ان کا بہ نیت اظہار ہمدردی' اسٹیشن تک تشریف لانا تو مسلم ہوگیا۔میرا خیال ہے کہ امرتسر سے بٹالہ تک کا سفر بھی کسی نہ کسی ماخذ سے ثابت ہو جائے گا۔''

(ایضاً۔صفحہ 20'21)

6 اپریل 1956ء کو انھوں نے اپنے ایک اور خط میں جیلانی صاحب کو لکھا:

''بہرحال میں تو اب اس بحث میں خاموش ہو چکا ہوں۔مولویوں اور احمدیوں کو آپس میں بحث کرنے دیجئے۔اصل معاملہ تو آپ کو لکھ ہی چکا ہوں۔''

(ایضاً۔صفحہ 23)

مرزا صاحب کی زندگی پر لکھی جانے والی کتاب ''حیات طیبہ'' از عبدالقادر (سابق سوداگر مل) میں ہے کہ ابوالنصر غلام یسین آہ کی قادیان آمد اپریل 1905ء میں ہوئی اور انھوں نے ابوالکلام کے اخبار ''وکیل'' امرتسر میں تاثرات لکھے۔کتاب میں یہ تاثرات ''بدر'' (25 مئی 1905) کے حوالے سے نقل کئے گئے ہیں جن میں مرزا صاحب کی بہت تعریف ہے۔ حاشیے میں لکھا ہے'' باخبر اصحاب سے معلوم ہوا ہے کہ مولانا ابوالنصر صاحب نے بیعت کر لی تھی''

(حیات طیبہ۔اشاعت دوم۔مارچ 1960ء صفحہ 369'370)

''تاریخ احمدیت'' میں ہے کہ 5 جولائی 1905ء کو ابوالکلام آزاد کے بڑے بھائی ابوالنصر آہ قادیان گئے اور 25 مئی 1905ء کو آزاد قادیان گئے۔

(دوست محمد شاہد (مؤلف) تاریخ احمدیت جلد سوم۔ادارۃ المصنفین' ربوہ' صفحہ 409)

سفرِ قادیان کے متعلق آزاد نے اپنے تاثرات لکھوائے تو بتایا کہ جمعہ کی نماز انھوں نے وہیں پڑھی۔مولوی عبدالکریم امام تھے۔مرزا صاحب صف سے آگے' مگر امام سے دو انچ پیچھے تنہا کھڑے رہے۔لوگوں نے مجھے پہلی صف میں جگہ دی۔''

(عبدالرزاق ملیح آبادی۔ابوالکلام کی کہانی' خود ان کی زبانی۔مطبوعات چٹان' لاہور۔اشاعت دوم۔یکم جنوری 1963۔صفحہ 330)

مرزا غلام احمد قادیانی کی وفات پر ابوالکلام نے ''وکیل'' امرتسر میں ایک طویل اداریہ لکھا:

"وہ شخص، وہ بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔۔۔۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی رحلت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جاوے اور مٹانے کے لئے اسے امتداد زمانہ کے حوالے کر کے صبر کر لیا جائے۔ ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو، ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازش فرزندان تاریخ بہت کم منظر عالم پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں، دنیا میں انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں۔"

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 571، 572 (بحوالہ بدر، 18 جون 1980۔ صفحہ 2، 3)

مرزا صاحب کی طرح دوسری "نازش فرزندان تاریخ" شخصیت ابوالکلام کی رہی کہ وہ بھی دنیا میں انقلاب پیدا کر کے دکھا گئے۔ ابوالکلام کے والد حضرت مولانا خیرالدین خیوری رحمہ اللہ تعالی نے ساری زندگی اپنے آقا حضور ﷺ کی عزت وتکریم میں زبان کھولی اور قلم اٹھایا۔ ان کا تبحر علمی، درس وتدریس اور وعظ وتذکیر میں ان کی مخلصانہ کاوشیں اور تبلیغ وفروغ شعائرِ دینی کے لئے مختلف ممالک میں ان کے اسفار، سب لائق تبریک وتحسین ہیں۔ لیکن اُن کے ان فرزند (ابوالکلام) نے کتاب "رنگیلا رسول" کے حوالے سے بڑی طول طویل خامہ فرسائی کے بعد جو نتیجہ نکالا، اس کا مطالعہ بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

ابوالکلام کے ایک "عزیز طالب حق" ہندو نے انہیں لکھا کہ "جمعیت العلماء نے "رنگیلا رسول" لکھنے والے کے قتل کا فتوی دیا ہے۔ اس پر ابوالکلام نے جمعیت العلماء کی بریت کے لیے کہا:

"کم سے کم اتنی بات ہر شخص کی سمجھ میں آجانی چاہیے کہ برٹش انڈیا میں کوئی شخص یا جماعت اپنے آپ کو گرفتار کرائے بغیر کسی انسان کے قتل کی اعلانیہ ترغیب نہیں دے سکتی۔ اگر جماعت نے یا انجمن نے ایسا اعلان کیا ہوتا تو یہ صریح ایک انسان کے قتل کا اقدام تھا۔"

(ابوالکلام آزاد، مولانا، تصریحات آزاد، مکتبہ اشاعت ادب، لاہور۔ 8 اول دسمبر 1960۔ صفحہ 130، 131)

ابوالکلام کتاب "رنگیلا رسول" کی اشاعت کو ناموس رسول ﷺ کے خلاف تسلیم ہی نہیں

کرتے۔ یہ وہ کتاب تھی جس کے ناشر کو غازی علم دین شہید ؒ نے واصل جہنم کیا تھا۔ مولانا خیرالدین دہلوی ؒ جیسے غیرت مند باپ کے یہ "مولانا" بیٹے تحفظ ناموس رسالت کے اس مسئلے کو سمیٹتے ہوئے "خلاصہ بحث" میں لکھتے ہیں:

"یقیناً حکومت اور قانونِ وقت کا فرض ہے کہ اس قسم کی دل آزار تحریروں کی اشاعت جائز نہ رکھے اور جائز نکتہ چینی اور مذہبی دل آزاری میں امتیاز کرے۔ لیکن میں ایک لمحے کے لیے بھی یہ طریق عمل پسند نہیں کر سکتا کہ مسلمان اپنی طبیعت اس انداز میں بنالیں کہ جہاں کسی ٹٹ پونجے نے ایک چارورقی رسالہ چھاپ کر شائع کر دیا، ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک تمام مسلمان شور وواویلا مچانا شروع کر دیں کہ اسلام کی کشتی غرق ہوگئی اور تحفظ ناموس رسول کا سوال پیدا ہو گیا۔ نعوذ باللہ۔ اگر چند جاہل اور کورچشم انسانوں کے بکواس کر دینے سے ناموس رسول کی حفاظت کا سوال پیش آسکے، یا اسلام اور مسلمانوں کے لئے یہ کوئی مصیبت ہو، ایسا سمجھنا اسلام کی عزت وشرف اور مسلمانوں کی مذہبی خودداری کے اس درجہ خلاف ہے کہ میں نہیں سمجھ سکتا کہ ایک مسلمان اس کا تصور بھی کر سکتا ہے۔ اس قسم کا ایک رسالہ کیا معنی، اگر ایک ہزار یا ایک لاکھ رسالے بھی چھاپ دیے جائیں، جب بھی نعوذ باللہ اسلام اور داعیٔ اسلام کے ناموس کے تحفظ کا کوئی سوال پیدا نہیں ہو سکتا۔"

(ایضاً۔ صفحہ 164، 165)

ابوالکلام کے کہنے پر حکومت اور قانونِ وقت نے ایسی کتابوں کی اشاعت کو تو "ناجائز" نہ کیا، البتہ غازی علم الدین کو شہید کر دیا۔ ان "مولانا" نے جس ہندو عزیز کے سوالنامے کے جواب میں یہ زندہ رہنے والی تحریر لکھی، اس نے "الصارم المسلول" کا حوالہ بھی دیا تھا لیکن ابوالکلام اپنے امام ابن تیمیہ کی اس کتاب کو اپنے جواب میں زیر بحث ہی نہیں لائے۔

آج تحفظ ناموس رسالت کے نام پر اپنی دکانداریاں چمکانے والوں میں کوئی شخص یا جماعت ایسی نہیں جو اس ضمن میں ابوالکلام کی تحریر کے حوالے سے انہیں مطعون کر سکے یا قادیانیت کے ساتھ ان کے خصوصی تعلقات کو زیر بحث لائے۔ لیکن مولانا خیرالدین رحمۃ اللہ علیہ

کی روح اپنے اس ناخلف بیٹے کے افکار وعقائد پر کیسے کیسے نہ تڑپتی ہوگی۔

عقیدت میں غلو کیا کیا رنگ دکھاتا ہے' مرزا غلام احمد کے ساتھ ابوالکلام کی محبت وعقیدت اور قادیانیت کی تائید کے ساتھ ''رنگیلا رسول'' کے حوالے سے محولہ بالا عبارت دوبارہ پڑھ کر ابوالکلام کے بارے میں شورش کاشمیری کی رائے دیکھیے:

''(آزاد) عربوں میں ہوتے تو ابن تیمیہ ہوتے' ہندوؤں میں ہوتے تو اب تک اُن کے بت پجتے ہوتے لیکن وہ مسلمانوں میں تھے۔۔۔''

(شورش کاشمیری، چہرے، مکتبہ ماحول، کراچی، باراول، جنوری 1965، صفحہ 39)

قطعات

زندگی آقا ﷺ کی جب کامل نمونہ ہو گئی
انتہا تک جب نظامِ خُلق بھی پہنچا گئے
جب وہی سارے عوالم کے لیے رحمت بھی ہیں
پھر نیا ہادی مرا رب بھیجتا کس واسطے

☆☆☆☆☆

اَن گنت ہیں میرے سرور ﷺ کے خصائص' اُن پہ پھر
منفرد ہے ہر خصوصیّت مرے سرکار ﷺ کی
ہونا ختمُ المرسلیں' اللہ کی مجھ کو قسم!
مومنوں پر خاص ہے رحمت مرے سرکار ﷺ کی

☆☆☆☆☆

دارمی میں حضرتِ جابرؓ سے مروی ہے حدیث
مُرسلوں کا رہنما ہوں' اور نہیں کرتا ہوں فخر
حشر تک کوئی نہ میرے بعد آئے گا نبی
ایسا ختمُ الانبیا ہوں' اور نہیں کرتا ہوں فخر

☆☆☆☆☆

دی ہے آقا ﷺ نے نُبوّت کی عمارت کی مثال
جو بہت آراستہ پیراستہ کر دی گئی
رہ گئی تھی اُس میں بس اک اینٹ کی باقی جگہ
سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا' وہ مجھ سے پُر ہوئی

☆☆☆☆☆

ختم ہے اُن پر نُبوّت ۔ بعد میں سرکار ﷺ کے
مُدّعی جتنے ہیں' سب دجّال اور کذّاب ہیں
یہ لکھا ہے ترمذی میں اور ابو دائود میں
قول جن کے مستند ہیں' اور بھی اصحابؓ ہیں

☆☆☆☆☆

مومنو! آیا ہوں سارے انبیاء کے بعد میں
یاد رکھو! تم ہو ساری اُمّتوں میں آخری
ابنِ ماجہ میں ہے یہ ارشادِ پاکِ مصطفیٰ ﷺ
تُف ہے اُس پر' جو نبوّت کا ہو اب بھی مُدّعی

☆☆☆☆☆

مائدہ میں دین کی تکمیل کا اعلان ہے
مطمئن دل جس سے ہو جاتا ہے حق آگاہ کا
بعد ازاں دعویٰ نُبوّت کا سراسر کِذب ہے
اَسْوَدِ عنسی کا' مرزا کا' بہاءُ اللّٰہ کا

(قطعاتِ نعت ۔ ص ۴۹' ۵۰)

☆☆☆☆☆

مُبلّغ ہوں میں خالق کی قسم! ختمِ نبوّت کا

مُبلّغ ہوں میں خالق کی قسم ختمِ نبوّت کا
اُٹھا رکھّا ہے ہاتھوں میں عَلَم ختمِ نبوّت کا

ہوئی تکمیلِ دینِ کبریا محبوبِ خالق ﷺ سے
جو سمجھیں تو ہے یہ نکتہ اہم ختمِ نبوّت کا

حصارِ رحمتِ ربّ جہاں اُس کو میسّر ہے
کرے جو ذکر یارو! دم بہ دم ختمِ نبوّت کا
وگرنہ بابی' مرزائی' بہائی ہو چکا ہوتا
میں مومن ہوں کہ ہے مجھ پر کرم ختمِ نبوّت کا

نبی کوئی نہ پہلا پا سکا اِس اوج و عظمت کو
سرِ اِسریٰ رہا جاہ و حشم ختمِ نبوّت کا

فرشتوں نے تھما دی مجھ کو جو فردِ عَمَل میری
لکھے گا اس پہ بھی نعرہ قلم ختمِ نبوّت کا

اساسی ہے، مُبادی ہے یہی اسلام کا مقصد
عَدَم دینِ مبیں کا ہے عَدَم ختمِ نُبُوّت کا

عرب میں بھی اُصولِ دینِ حق اِس کو سمجھتے ہیں
عقیدہ رکھتے ہیں اہلِ عجم ختمِ نبوت کا

اہم ہے لوحِ محفوظ اس لیے یارو! کہ خالق نے
کیا ہے فیصلہ اُس پر رقم ختمِ نبوت کا

ذلیل و خوار و رُسوا کر دیے، اس کے جو دشمن تھے
ستمبر میں رکھا رب نے بھرم ختمِ نبوت کا

مسلمانوں کے دل خوش ہیں تو مرزائی پریشاں ہیں
خوشی ختمِ نُبُوّت کی ہے، غم ختمِ نبوت کا

میں کیوں اس ذکرِ خوشتر سے کبھی محمودؔ باز آؤں
مجھے حاصل ہے اکمالِ نعم ختمِ نُبُوّت کا

(نیازِ نعت۔ ص ۶۶، ۶۷)

☆☆☆

"عقیدہ اس لیے رکھتے ہیں ہم ختمِ نبوّت کا"

کہ یہ اعلان ہے محبوبِ خالق ﷺ کی فضیلت کا

کہ "اَکْمَلْتُ لَکُمْ" کا حرف ہے بُرہان و حُجّت کا

کہ یہ دیں کا کنایہ ہے، اشارہ ہے یہ فطرت کا

کہ جو اِس کے سوا رستہ ہے، رستہ ہے ضلالت کا

کہ یہ اظہار ہے ہر اک مسلماں کی حمیّت کا

کہ یہ نکتہ ہے اپنے اُمّتی ہونے کی نسبت کا

کہ اک اعزاز ہے یہ آدمیّت مومنیّت کا

کہ واضح ہے یہی مفہوم قرآں کی عبارت کا

کہ ہے یہ امتحاں اپنی بصیرت، اپنی غیرت کا

کہ یہ ہے دَرس سب سے آخری رب کی ہدایت کا

کہ یہ واجد خریطہ ہے دُخولِ باغِ جنّت کا

کہ معنٰی ہے یہی فہم و فراست اور حکمت کا

کہ اِس سے ہو گا حاصل ایک تمغا ہم کو طاعت کا

کہ میزاں پر یہی نکتہ ہے ایماں کی شہادت کا

کہ یہ ہے ماحصل اسلام کے حُسنِ صداقت کا

کہ محشر میں ہمیں سمجھے گا رب حق دار خِلعت کا

کہ اک انداز یہ واضح ہے تسلیمِ حقیقت کا

کہ قرآں میں اشارہ ہے نبی ﷺ کی افضلیت کا

کہ یہ ہے مُنتہا اپنے تفکُّر کی لطافت کا

کہ ہم کو مان لیں اہلِ جہاں دشمن جہالت کا

کہ ہے محمودؔ اک یہ راستہ آقا ﷺ کی قُربت کا

(نیازِ نعت۔ص ۶۸۔۷۰)

☆☆☆☆☆

خَتمِ نبُوّت ؐ کے موضوع پر

شاعرِ نعت ؒ راجا رشید محمودؔ کے اُردو مجموعہ ہائے نعت ؒ سے چُنیدہ اشعار

محمودؔ تا قیامِ قیامت حضور ﷺ کی
قائم رہے گی شانِ نبُوّت بصد وقار (صدائے نعت۔ص ۴۷)

بنایا تو انھیں پہلے جہانوں سے، ہر اک شے سے
حبیبِ محترم ﷺ کو دی نبوّت آخری حق نے (کہکشانِ نعت۔ص ۵۵)

ہے ان کے بعد ختمِ نبوّت کا سلسلہ
ضو ریز ہیں حضور ﷺ کے الہام کے چراغ (منہاجِ نعت۔ص ۲۰)

وہاں بھی مصطفیٰ صلِّ علیٰ ہی کی نبوت تھی
جو دیکھا میں نے اوّل سے، جو پوچھا میں نے آخر سے (بستانِ نعت۔ص ۸۱)

ہر شے سے پہلے آپ ﷺ کو پیدا کیا گیا
لیکن نبوّت آپ ﷺ ہی کو آخری ملی (نیازِ نعت۔ص ۸۳)

کوئی حُجّت خدا کے دین کی باقی نہیں رہتی
کہ آ پہنچے خدا کے آخری پیغامبر ﷺ آخر (وارداتِ نعت۔ص ۲۷)

ہے حقیقت میں یہاں ختمِ نبوت کا بیاں
اور ہے اِس متن کی سرخی کہ اَتْمَمْتُ لَكُمْ (عرفانِ نعت۔ص ۱۴۵)

ہم نے دینا چاہا جب ختمِ نبُوّت کا ثبوت
آیہ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي کام آ گئی (اوراقِ نعت۔ورق نمبر ۴۴)

آخر اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ میں آ گئیں
آخری پیغامِ رب کی آخری تابانیاں (سرودِ نعت۔ص۸۵)

کِیا ہم پہ اِتمامِ نعمت خدا نے
فَقَطْ خاتم الانبیاء ﷺ کی بدولت (کتابِ نعت۔ص۲۴)

سلام اللہ کے محبوب ﷺ کے کارِ رسالت پہ
سلام اللہ کے محبوب ﷺ کی ختمِ نبُوّت پہ (سلامِ ارادت۔ص۶۲)

رُسُل کے عہد سے واضح ہوا تھا
یہ ختم الانبیائی کا تصوّر (کتابِ نعت۔ص۱۰)

آدم سے چل رہا تھا رسالت کا سلسلہ
سرکار ﷺ پر ہُوا ہے یہ سب انصرام ختم (حرفِ نعت۔ص۹۶)

نبوت آپ ﷺ کی اُس وقت تھی کہ کچھ بھی نہ تھا
رسالت آپ کی ہے دورِ آخری پہ محیط (مدیحِ سرکارؐ۔ص۱۲۰)

پوچھا کہ بعد اُن ﷺ کے، نبی آئے گا کوئی
آواز آئی عرشِ بریں سے "نہیں نہیں" (دیارِ نعت۔ص۵۷)

نبوّت کی ضرورت ہی نہ محشر تک رہی باقی
مِرے آقا ﷺ نے کی اِس طرح سے پیغمبری آ کر (کتابِ نعت۔ص۹۱)

بعد اُن ﷺ کے مُدّعی نبوّت کوئی کہاں
میرے لبوں پہ ختمِ رسالت ﷺ کی نعت ہے (نعت۔نعت نمبر۲۲)

مُرسل کوئی خدا کا تو آنے سے اب رہا
ہیں تا اَبَد نبی ﷺ کی حکومت کی وسعتیں (صدائے نعت۔ص۸۹)

نبی اب اور آنے کی تو گنجائش نہیں باقی
کہ خالق نے نبُوّت میرے آقا ﷺ پر مکمل کی (مینائے نعت۔ص۲۲)

بعدِ سرور ﷺ نبی نہیں کوئی
اختتام اُن پہ ہے نبوّت کا (تجلیاتِ نعت۔ص۷۵)

نبی اب آ نہیں سکتا ہے کوئی
محمد ﷺ ہیں پیمبر تا قیامت (سرودِ نعت۔ص۱۰۰)

بعدِ ختم الانبیاء ﷺ کوئی نہ آئے گا نبی
آخری ان کی رسالت ہے یہ ایماءِ خدا (کتابِ نعت۔ص۱۰۳)

مُدّعی جو اب نبوّت کے ہیں، سب کذّاب ہیں
"لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ" مِرے آقا ﷺ کا ہے ارشادِ پاک (مدیحِ سرکارؐ۔ص۹۴)

ہُوا سلسلہ مختتم مصطفیٰ ﷺ پر
ہے اب جھوٹا ہر اک نبوّت کا دعویٰ (کہکشانِ نعت۔ص۵۷)

حبیبِ خالقِ ہر دو جہاں ﷺ کے بعد، محشر تک
نبوت کا کوئی دعویٰ بھی سچّا ہو نہیں سکتا (سرودِ نعت۔ص۹۱)

حبیبِ پاک ﷺ پر رب نے نبوت ختم فرما دی
نبوت کا جو اَب دعویٰ کرے وہ شخص جھوٹا ہے (نیازِ نعت۔ص۱۸)

نبی اپنے کو کہلائے جو بعدِ سرورِ عالم ﷺ
نہیں دُنیا میں ایسے بے حیا ایسا کوئی جھوٹا (نیازِ نعت۔ص۷۶)

نبیِّ آخریں ﷺ کے بعد لوگو!
نبُوّت کا ہر اک داعی ہے جھوٹا (شعاعِ نعت۔ص۲۴)

اس حقیقت کو نہیں جو مانتا، دیّوث ہے
میرے آقا ﷺ ہیں خدا کے آخری پیغام بر (منتشراتِ نعت۔ص۹)

کسی مُرسل کی اب حاجت نہیں ہے
رسالت مصطفیٰ ﷺ کی ہے دوامی (ورفعنا لک ذکرک۔ص۳۱)

آقاؐ کے بعد ظِلّی برُوزی کوئی نہیں
ہیں تا ابَد انھی کی نبوت کی وسعتیں (اہتزازِ نعت۔ص۸۳)

برُوزی یا کسی ظِلّی نبی کی کیا حاجت
رسولِ ہر دو جہاں ﷺ، ختمِ مُرسلاں ٹھہرے (سرودِ نعت۔ص۱۰۱)

جب نبی ﷺ آ گئے خاتم الانبیاء
ہر بروزی نبوت کا دعویٰ غَلَط (بیانِ نعت۔ص۷۶)

مُدّعی اب جو نبوّت کا ہے، وہ جھوٹا ہے
میرے سرکار ﷺ پہ ہے ختم رسالت برحق (شعاعِ نعت۔ص۸۴)

خواری مُسَیلمہ کی تو قسمت کی بھی ہوئی
ذلّت نصیب اَسْوَدِ عَنسی بھی ہو گئی
سجّاح ارذل ہو گئی، پہلے رذیل تھی
مرزا کی موت دُنیا میں عبرت نشاں بنی
قائم رہے گا ختمِ نبوت کا طُمطُراق (مخمّساتِ نعت۔ص۱۴)

بعدِ محبوبِ خدا ﷺ جانے کہاں سے آئے
اَسْوَدْ و مرزا و سجّاح سے کذّاب کئی (منتشراتِ نعت۔ص۱۰)

اسود و سجاح و مرزا و بہاء اللہ سے
بدنصیبوں نے بُھلایا حکمِ اَکْمَلْتُ لَکُمْ (عرفانِ نعت۔ص۱۴۵)

وہ کذّاب تھا، جھوٹ تھیں اس کی باتیں
نہ ہوتا تھا مرزا کو الہام ہرگز (حرفِ نعت۔ص۴۶)

شیطان نے "ٹیچی" کے ذریعے سے جو بھیجا
گمراہ تھا مرزا اُسی "الہام" کے ہاتھوں (کہکشانِ نعت۔ص۵۳)

سرور ﷺ کی دشمنی میں رہا کرتے ہیں سبھی
عیسائی اور یہودی اور مرزائی پاس پاس (منہاجِ نعت۔ص۲۴)

ارتداد و کفر کے باعث ہے کراہت بہت
قادیانی نُطق میں جتنی بھی شیرینی سہی (تسبیحِ نعت۔ص۱۲۳)

حق شناسی کا اگر دل سے تمنّائی ہے تو
ملحد و زندیق مت بن اور مرزائی نہ ہو (منتشراتِ نعت۔ص۵۳)

اُس نے بھی دعویٰ نُبُوّت کا حماقت سے کیا
ابُو الحُسَین جو تھا، یُوسفِ کذّاب بنا (ذوقِ مدحت۔ص۱۰)

دیکھا ہے سب نے سات ستمبر کو مُلک میں
میرے نبی کی ختمِ نبُوّت کا طُمطراق (اشعارِ نعت۔ص۶۷)

☆☆☆

یکے از تبرکات

حکیم الامت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ کی ''ختمِ رسالت'' کے موضوع پر تحریری تقریر

(یہ تقریب سید سرور شاہ گیلانی بی اے (علیگ) نے علامہ اقبالؒ سے لکھوائی اور مرکز اشاعت سیرت النبی ﷺ 'ہدایت منزل' سعدی پارک' مزنگ' لاہور سے مولوی فضل الحق وزیر اعظم بنگال کی تقریر ''اسوۂ حسنہ'' کے ساتھ سات صفحات پر شائع کی۔ مطبوعہ مرکنٹائل پریس لاہور۔ ۳۲ صفحات کا یہ کتابچہ سرسید احمد خاں کے حوالے سے کُتبِ متعددہ کے مصنف ماہر فلکیات محترم ضیاء الدین لاہوری نے احقر کو عطا کیا۔ محمود)

''یہ مسئلہ انتہا درجہ کا اہم ہے جس کی اہمیت کو ہندوستان کے مسلمان حال ہی میں محسوس کرنے لگے ہیں۔ میرا ارادہ تھا کہ میں برطانوی ملّت کے نام ایک مکتوبِ مفتوح لکھ کر ان سیاسی اور معاشرتی پیچیدگیوں کو واضح کروں جو اس مسئلہ سے وابستہ ہیں لیکن صحت کی خرابی کی بنا پر ایسا کرنے سے قاصر رہا۔ میں خوش ہوں کہ آپ نے مجھ سے یہ استفسار کر کے ایک ایسے معاملہ پر اپنے خیالات کے اظہار کا کچھ موقع دیا ہے جو میری رائے میں مسلمانانِ ہند کی ساری اجتماعی زندگی پر اثر انداز ہو رہا ہے۔

ختمِ نبوّت کا بنیادی عقیدہ

ہندوستان مذہبی فرقوں اور جماعتوں کی سرزمین ہے۔ اور اسلام ایک مذہبی فرقہ کی حیثیت میں دیگر اقوام کی بہ نسبت زیادہ شدید ہے جن کا نظام کسی قدر مذہبی اور کسی قدر نسلی خیالات پر مبنی ہے۔ اسلام نسلی خیال کو کلیتہً ملیامیٹ کر کے اپنی بنیادیں صرف مذہبی خیال پر اُستوار کرتا ہے۔ ہر فرد مسلم ہر اس مذہبی تحریک کا مخالف ہے جو اسلام ہی کی گود سے اُٹھ کر اپنی بنیاد نئی نبوت پر رکھنے کی مدعی ہو اور تمام مسلمانوں کو جو اس تحریک کے مفروضہ الہامات کی صداقت کو قبول نہ کریں' کافر قرار دے رہی ہو۔ اسلام کی وحدانیت ختمِ نبوت کے عقیدہ پر مبنی ہے۔ ختمِ نبوت کا عقیدہ نوعِ انسانی کی ثقافت کی تاریخ میں غالباً سب سے اُچھوتا عقیدہ ہے۔ اس عقیدہ کی اہمیت کو کچھ وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں' جنھوں نے ظہورِ اسلام سے پہلے کی مجوسی ثقافت کی تاریخ کا بغور مطالعہ کیا ہے جو مغربی اور وسطی ایشیا میں پھلی اور پھولی۔ عصرِ حاضر کی علمی تحقیقات کے مطابق مجوسی ثقافت کا تصوّر زرتشتیوں' یہودیوں' اسرائیلی عیسائیوں' کلدانیوں اور سپارٹا والوں کے مذہبی

خیالات کے نچوڑ پر مشتمل ہے۔

مجوسی لعنت کا احیا

نبوّت و رسالت کا تسلسل و اجرا ان مذاہب پر ایمان رکھنے والی قوموں کے عقیدہ کا لازمی جز تھا۔ یہی وجہ تھی کہ یہ قومیں مسلسل اُمید و انتظار کی کیفیت میں مبتلا رہتی تھیں۔ اس طرح کی ذہنی کیفیت کا نتیجہ یہ تھا کہ پرانی اقوام کی شکست و ریخت کا عمل برابر جاری رہتا تھا۔ اور ہر قسم کے مذہبی طالع آزما نئی نئی قومیں اور جماعتیں بناتے رہتے تھے۔ اسی طرح عصرِ حاضر کی دُنیائے اسلام میں حریص اور بے علم مُلّائیت نے طباعت و نشر کی سہولتوں سے فائدہ اُٹھا کر کمال خیرہ چشمی سے اس بیسویں صدی مسیحی میں پرانی مجوسی لعنت کو نافذ کرنے کی کوشش کی۔ ظاہر ہے کہ اسلام جو نوعِ انسانی کی مختلف اقوام کو صرف ایک ہی قوم میں جمع کرنے کا مدّعی ہے' کسی ایسی تحریک کا متحمل نہیں ہو سکتا' جو اس کی موجودہ وحدانیت کے لیے موجبِ خطرہ ہو اور نوعِ انسانی کی سوسائٹی میں مزید اختلافات پیدا کرنے کی حامل ہو۔

بہائیت اور قادیانیت

زمانہ قبل از اسلام کی مجوسیت کے احیا کے لیے جو کوششیں عصرِ حاضر میں تین مختلف صورتوں میں جلوہ گر ہوئیں' ان میں سے میرے نزدیک بہائیت نے قادیانیت کی بہ نسبت زیادہ دیانتداری سے کام لیا ہے۔ کیونکہ بہائیت علی الاعلان اسلام سے الگ ہو گئی ہے اور قادیانیت اسلام کی ظاہری علامات کو بہ ظاہر قائم رکھتے ہوئے ایسا باطنی راستہ اختیار کر چکی ہے جو اسلام کی بنیادی روح اور اُمنگ کے یکسر منافی ہے۔

مسلمانوں کی اضطراری مدافعت

قادیانی تحریک کے مقابلہ میں ہندوستان کے مسلمان حسّیات و جذبات کی جس شدّت کا مظاہرہ کر رہے ہیں' اسے عصرِ حاضر کے فلسفہ نفسیات کا طالب علم نہایت آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ عام مسلمان جسے ''سِول ملٹری گزٹ'' کے ایک مراسلہ نگار نے ابھی اگلے دن مُلّائیت زدہ ظاہر کیا ہے' اس تحریک کا اس لیے مخالف ہے کہ اپنی مدافعت کی جو اضطراری کیفیت اسے ایسا کرنے پر مجبور کر رہی ہے' بے شک وہ اپنے عقیدہ کی قطعیت و جامعیت کے پورے پورے معانی نہیں سمجھتا۔ اور وہ مسلمان جسے ''روشن خیال'' کہا جاتا ہے' کبھی اپنے دماغ کو اسلام کے آخری اور جامع دین ہونے کے عقیدہ کی تمدّنی اور ثقافتی اہمیت سمجھنے کی زحمت ہی نہیں دیتا۔ اور اس کی ذہنی

کیفیت پر مغربیت کا جو سست رفتار اور غیر مرئی اثر پڑ رہا ہے٭ اس نے اسے اپنی حفاظت و مدافعت کی اضطراری حس سے بھی محروم کر دیا ہے۔

رواداری کا سبق اور گورنر پنجاب

ایسے "روشن خیال" مسلمانوں میں بعض اپنے دینی بھائیوں کی رواداری کا سبق دینے کی حد تک بھی چل نکلے ہیں۔ میں مسلمانوں کو رواداری کا یہ سبق دیئے جانے پر سر ہربرٹ ایمرسن کو معذور سمجھتا ہوں کیونکہ عصر حاضر کا یہ یورپین جس کا ثقافتی ماحول سراسر مختلف ہے وہ بصارت اور بصیرت نہیں رکھ سکتا اور نہ حاصل کر سکتا ہے جو سراسر مختلف ثقافتی زاویۂ نگاہ رکھنے والی کسی قوم کے بنیادی نظام سے تعلق رکھنے والے مسئلہ سے وابستہ ہے۔

انگریزی راج کے اثرات

ہندوستان کے حالات سراسر مختلف اور عجیب ہیں۔ مذہبی جماعتوں اور فرقوں کو اس سرزمین پر جس میں ہر قوم کا مستقبل اس کی وحدانیت پر موقوف ہے' ایک مغربی قوم کے افراد حکمران ہیں' جو مذہبی اُمور میں عدم مداخلت کی حکمتِ عملی اختیار کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ یہ فیاضانہ حکمتِ عملی ہے جسے اس ملک کے حکمران چھوڑ نہیں سکتے' اس ملک میں نہایت اہم نتائج پیدا کرنے کا موجب ثابت ہو رہی ہے۔ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے' بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ برطانوی حکومت میں ہندوستان کے مسلمانوں کی قومی وحدانیت اتنی بھی محفوظ نہیں' جس قدر رومن حکومت کے زیرِ اقتدار حضرت مسیح کے دنوں میں یہودیوں کی قومی وحدانیت محفوظ تھی۔ ہندوستان میں جس طالع آزما کا جی چاہے' کوئی مَن گھڑت دعویٰ کر کے اپنے مفاد کے لیے نیا طریقہ کھڑا کر سکتا ہے۔ ہماری آزاد منش حکومت کو کسی وحدانیت کی مطلقاً کوئی پروا نہیں۔ بشرطیکہ وہ مذہبی طالع آزما حکومت کو اپنی وفاداری کا یقین دلا دے اور اس کے پیرو سلطنت کے ٹیکس باقاعدہ ادا کرتے رہیں۔ حکومت کی اس حکمتِ عملی کے معانی کو جس حد تک کہ وہ اسلام سے متعلق ہے' ہمارا جلیل القدر شاعر اکبر خوب سمجھتا تھا۔ جس نے لکھا:

"گورنمنٹ کی خیر یارو مناؤ — گلے میں جو اُتریں وہ تانیں اُڑاؤ
کہاں ایسی آزادیاں تھیں میسّر — اَنا الحق کہو اور پھانسی نہ پاؤ"

☆☆☆☆☆

نعت کے موضوع پر دُنیا میں سب سے زیادہ کام کرنے والے

(شاعرِ نعت) راجا رشید محمود کے
۴۸ مطبوعہ مجموعہ هائے نعت (اُردو)

ورفعنا لک ذکرک	حدیثِ شوق	منشورِ نعت
سیرتِ منظوم	۹۲	شہرِ کرم
مدیحِ سرکار ﷺ	قطعاتِ نعت	حیّ علی الصلوٰۃ
مخمساتِ نعت	تضامینِ نعت	فردیاتِ نعت
کتابِ نعت	حرفِ نعت	نعت
سلامِ ارادت	اشعارِ نعت	اوراقِ نعت
بمدحتِ سرور ﷺ	عرفانِ نعت (صوبائی نعت ایوارڈ)	دیارِ نعت
تسبیحِ نعت	صباحِ نعت	احرامِ نعت
شعاعِ نعت	دیوانِ نعت	منتشراتِ نعت
منظومات	تجلیاتِ نعت	وارداتِ نعت
بیانِ نعت	مینائے نعت	حمد میں نعت
التفاتِ نعت	عنایتِ نعت	مرقعِ نعت
نیازِ نعت	بستانِ نعت	سرودِ نعت
تابشِ نعت	صدائے نعت	منہاجِ نعت
متاعِ نعت	قندیلِ نعت	ذوقِ مدحت
فانوسِ نعت	مشعلِ نعت	کہکشانِ نعت

............ان مجموعہ ہائے نعت میں موجود کاوشیں............

حمدیں = ۶	حمد و نعت = ۲	قطعات = ۵۸۹
غزل کی ہیئت میں نعتیں = ۴۴۲۸		ان میں موجود اشعار = ۴۵۸۴۵
فردیات = ۴۴۴۳	مخمسات = ۶۶	تضمینیں = ۵۳
نظمیں = ۱۳	مثلث = ۳ (۲۷ بند)	مسدس = ۵ (۱۸ بند)
	مربع = ۱ (۷ بند)	

............ان ۴۸ مجموعہ ہائے نعت کے صفحات = ۵۳۰۴............

شاعر نعت کے مطبوعہ مجموعہ ہائے نعت (پنجابی)

نعتاں دی اَٹی (صدارتی ایوارڈ) حق دی تائید ساڈے آقا سائیں ﷺ

............صفحات = ۲۴۸

مطبوعہ مجموعہ ہائے حمد

....

سجود تحیت خدائے شہ زمن

............صفحات = ۲۴۸

....

تحقیقِ نعت (مطبوعات)

پاکستان میں نعت — خواتین کی نعت گوئی

غیر مسلموں کی نعت گوئی — نعت کیا ہے؟

اقبالؒ واحمد رضاؒ: مدحت گرانِ پیغمبرؐ — انتخابِ نعت

مولانا خیر الدین خیوریؒ اور ان کی نعت گوئی — مقدمہ ''نعت کائنات

اُردو نعتیہ شاعری کا انسائیکلوپیڈیا۔ جلد اول' جلد دوم — مدحت سرایانِ حضور ﷺ

شاعرانِ نعت — نعت میں ذکرِ میلادِ سرکار ﷺ

صفحات = ۲۷۰۴

۱۹۹۷ میں نعت کے موضوع پر گرانقدر تحقیق کرنے پر صدارتی ایوارڈ ملا۔ موضوع کا واحد ایوارڈ

....

تخلیقِ مناقب

مناقبِ صحابہؓ

(عنوانات: حمدِ باری تعالیٰ۔ نعتِ حبیبِ کبریا ﷺ۔ آباءِ سرکارؐ۔ مومنِ اول۔ اُمہاتِ المومنینؓ۔ پنجتن پاک۔ بنات النبی۔ اصحابِ رسولؐ۔ خلفاء راشدین۔ حضرات شیخینؓ۔ عشرۂ مبشرہؓ۔ دامادانِ پیغمبرؐ۔ حضراتِ حسنینؓ۔ صحابۂ کرامؓ۔ انصارِ مدینہ۔ غلامانِ سرکار ﷺ۔ شاعرانِ دربارِ رسول ﷺ۔ اصحابِ صُفہ۔ صحابہ واہلِ بیت۔ صحابیات)

منظومات: ۱۳۵ ....صفحات = ۲۴۲